جلد نمبر ۸ | کراچی : ہفتہ - ۲ - جولائی ۱۹۵۵ ء | قیمت چار آنہ
شمارہ ۲۲ | | سالانہ دس روپے

قرآن نے کیا کہا ؟

جو لوگ اپنے اپنے فرقوں کے ساتھ متمسک رہتے ہیں - قرآن کے ساتھ ان کی نفرت اور دشمنی اور اپنے اپنے بزرگوں کے ساتھ ان کی عقیدت سے رفتہ رفتہ ان کی حالات یہ ہوجاتی ہے کہ ان کے اور قرآن کے درمیان ایک ایسا پردہ حائل ہوجاتا ہے جو آنکھوں سے تو نظر نہیں آتا لیکن دل اور دماغ پر بری طرح سے چھا جاتا ہے - واذا قرآت القرآن جعلنا بینک و بین الذین لا یومنون بالاخرۃ حجاباً مستوراً - یہ پردہ ان کے دلوں سے سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت سلب کرلیتا ہے - و جعلنا علیٰ قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ - اور ان کے کانوں میں ایسے ڈاٹ لگا دیتا ہے کہ وہ بات تک نہیں سن سکتے - و فی اذانھم وقرا (۱۷/۴۵) - اور اس طرح قرآن سے ان کی نفرت دن بدن بڑھتی جاتی ہے - وما یزیدھم الا کفورا (۱۷/۴۱) -

یہ ہے وجہ جو فرقہ پرستی مٹتی نہیں -

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ....

1. تنہا عقل انسانی، زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں - اسے اپنی راہنمائی کے لئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی -
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے - اس لئے نوع انسانی صرف قرآن کے ذریعے اپنی منزل مقصود تک صحیح طور پر پہنچ سکتی ہے -
3. حق اور باطل کا معیار قرآن ہے - ہر وہ بات جو قرآن کے مطابق ہو صحیح ہوگی جو اس کے خلاف ہو غلط ہے -
4. حضور نبی اکرمؐ انسانی سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر فائز تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں ایسی چیزیں شامل کر رکھی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے - ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں - حضورؐ کی سیرت کا محکم معیار خود قرآن کریم ہے -
5. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں - اس برادری کے قیام کی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک ہی نظام کے مطابق زندگی بسر کرے -
6. ایسا عالمگیر نظام زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قانون شریعت کہا جاتا ہے) یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے -
7. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد و معاشرہ اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہیں رہتا - اسے ربوبیت عالمین یعنی تمام نوع انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے -
8. ربوبیت عالمین کے مقصد عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہو سکے اور اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے - اسے "قرآنی نظام ربوبیت" کہا جاتا ہے -

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ....

ابتداءً پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں یہ قرآنی نظام ربوبیت نافذ ہو جائے تاکہ مستقل اقدار خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی ذاتی اور پوشیدہ صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح "زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے" -

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ نئی مجلس دستور ساز ★ کشمیر ★ افغانستان کی بد عہدی ★ غیر ذمہ دارانہ بیان ★ اسلام کی سرگزشت
★ تاریخی شواہد ★ عورت کا قرآن ★ تو رات ★ عالم اسلامی ★ بین الاقوامی جائزہ

As. -/4/-

اقبال اور قرآن

اقبال نے قرآنی انقلاب کی آواز سے فضا کو معمور کیا ۔

قرآن کیا کہتا ہے؟ اقبال کا پیغام کیا ہے؟

ان کے جوابات مفسر قرآن اور ترجمان اقبال۔ پرویز ۔ سے سنئیے ۔

صفحات ۲۵۶ قیمت دو روپے

سلیم کے نام خطوط

کمیونزم ہمارے دور کا سب سے اہم مسئلہ ہے ۔

یہ عین اسلام ہے؟ یا یہ اسلام کا نقیض ہے؟

نوجوانوں کے دلوں میں یہ سوالات اٹھتے ہیں ۔ لیکن ان کا جواب؟

یہ ''سلیم کے نام'' میں دیکھئے ۔

صفحات ۳۰۸ قیمت چھ روپے

ابلیس و آدم

انسان کی زندگی حیوانی زندگی نہیں ۔ نہ یہ سلسلہ ارتقاء کی آخری کڑی ہے ۔ یہ پیش خیمہ ہے آنے والی زندگی کا ۔

ارتقائے طبعی کیا ہے اور ارتقائے نفسی کیا؟ سائنس کے اکتشافات کیا کہتے ہیں؟ اور قرآن کیا کہتا ہے؟

ضخامت ۳۷۶ قیمت آٹھ روپے

اسباب زوال امت

قیمت -/۸/۱ روپیہ

اسلامی نظام

قیمت -/-/۲ روپے

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار

طلوعِ اسلام

جلد ۸	۲ر جولائی سنہ ۱۹۵۵ء	نمبر ۲۲

جدید مجلسِ دستور ساز

سابقہ مجلس دستور سازی کی تحلیل کے ٹھیک آٹھ ماہ بعد پاکستان میں ایک جدید مجلس آئین ساز وجود پذیر ہو گئی ہے۔ یہ مجلس جن اراکین پر مشتمل ہوگی۔ ان کی فہرست شائع ہو چکی ہے۔ آپ اس فہرست پر نگاہ ڈالئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان افراد میں جو اب منتخب ہو کر آئے ہیں اور ان میں جو مرحوم مجلس کے اراکین تھے دل و دماغ اور فکر و کردار کے اعتبار سے کوئی نمایاں فرق نہیں۔ لہٰذا جہاں تک آئین سازی کا تعلق ہے (ایک اسلامی مملکت کی آئین سازی کو تو چھوڑئیے۔ عام مملکتوں کی آئین سازی کے نقطۂ نگاہ سے بھی) ان حضرات سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کرنا، اپنے آپ کو دھوکہ میں رکھنا اور آخر الامر خواہ مخواہ مایوس ہونا ہے حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس کا تھوڑا سا بھی علم ہے کہ انتخاب کے موقعہ پر مختلف افراد اور مختلف پارٹیوں کے پیش نظر کیا کیا مصالح و مقاصد ہوتے ہیں، وہ اس باب میں اپنے آپ کو کبھی دھوکے میں نہیں رکھ سکتے۔ انتخاب میں حصہ لینے والے افراد کے پیش نظر (خواہ وہ امیدوار ہوں یا رائے دہندگان یا بالواسطہ و بلاواسطہ کسی کی کامیابی کے لئے کوشاں) اپنا اپنا مفاد اور اپنی اپنی منفعت ہوتی ہے۔ مالی منفعت، حصول عز و جاہ کی منفعت۔ یا قوت و اقتدار کی منفعت۔ اور ہر پارٹی کے پیش نظر اپنی اکثریت یا کسی نہ کسی پہلو سے لحاظ سیاست پر موثر ہونے کا جذبہ۔ ان میں سے کسی کے دل میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ اس مجلس میں ایسے لوگوں کو بھیجنا چاہیئے جو آئین سازی کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آئین سازی اور جہانبانی جیسے اہم فریضہ کی سرانجام دہی کے لئے ایسے افراد منتخب ہو کر آ جاتے ہیں جو شاید اپنا نام بھی لکھنا نہ جانتے ہوں۔ اپنی اپنی پارٹی کی عصبیت کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کے سامنے کسی ایسے شخص کو پیش بھی کر دیا جائے۔ جس کی فکر و استعداد کے وہ معترف و مداح بھی ہوں۔ تو بھی وہ کسی طرح اس کی حمایت پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک وہ اپنے اصولوں کو چھوڑ کر ان کی پارٹی میں شامل نہ ہو جائے ....

حقیقت یہ ہے کہ ہماری قوم اس قدر بانجھ نہیں ہو چکی کہ اس میں صاحبانِ فکر و کردار کے پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہی۔ قوم میں اچھے اچھے ذی استعداد لوگ موجود ہیں۔ لیکن پارٹی بازی کی میکیاولی اہلیت ان کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے بہرحال ہمارے ملک کی اس وقت یہی حالت ہے۔ اور جب تک یہاں فکری تبدیلی اور سیاسی شعور کی بیداری نہیں ہو جاتی۔ آپ جتنے انتخابات جی چاہے کر لیجئے۔ نتیجہ ایک جیسا رہے گا۔ لہٰذا اس میں کوئی بات سینہ کوبی اور خون فشانی، شکوہ سنجی اور گلہ طرازی، آزردگی اور تاسف انگیزی کی نہیں کہ نئی مجلس دستور ساز میں بھی اسی قسم کے افراد آئے ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔ اس لئے ان سے بھی کیا خوشگوار امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

ہمارے نزدیک (جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے) سابقہ اسمبلی اور نومولود میں اس کے اراکین کی صلاحیتوں کے اعتبار سے چنداں فرق نہیں۔ البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اس اسمبلی کی صورت میں گورنر جنرل نے بعض ایسے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں جن کے پیش نظر (پہلی اسمبلی کی طرح) اس کے خارِ دامن یا ناقۂ بے زمام بن جانے کے امکان کم ہیں۔ "خار دامن" سے مراد یہ ہے کہ اسمبلی آئین سازی کے کام کے سلسلہ میں نہ خود کچھ کرے۔ نہ کسی اور کو اپنی جگہ آنے دے۔ اور خواہ مخواہ قوم کا راستہ روک کر کھڑی ہو جائے (جس طرح سابقہ اسمبلی نے کامل سات سال تک کیا۔ اور ملک اس کا منہ دیکھا کیا) اور "ناقۂ بے زمام" سے مفہوم یہ ہے کہ اب یہ نہیں ہوگا کہ جس پارٹی نے کسی نہ کسی طرح اکثریت حاصل کر لی۔ اس نے جو چاہا قانون بنا دیا۔ اب ہر قانون کے لئے گورنر جنرل کے استصواب کی ضرورت ہوگی۔

مندرجہ صدر تلخ حقائق کے باوجود اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جدید اسمبلی میں بعض حضرات ایسے بھی ہیں (جس طرح سابقہ اسمبلی میں بھی کچھ لوگ ایسے ضرور تھے) جو اگر دیگر مفاد و مصالح کو بالائے طاق رکھ کر آئین سازی کے کام کو سنجیدگی سے اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور اپنی ساری توجہات اسی پر مرکوز اور اپنی تمام مساعی اسی کے لئے صرف کر دیں۔ تو وہ تھوڑی سی مدت میں دنیا کی عام مملکتوں کا سا آئین مرتب کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ ارباب بصیرت کو بھی اپنے مشوروں میں شریک کر لیں جو (اگرچہ اسمبلی کے اندر نہیں لیکن) اسلامی آئین کا نکھرا ہوا تصور اپنے ذہن میں رکھتے ہیں۔ تو وہ اس مملکت کے لئے ایسا آئین بھی مدون کر سکتے ہیں جسے بنیادی طور پر اسلامی کہا جا سکے۔ لیکن جو چیز ان حضرات کے راستے میں حائل ہو جائے گی وہ ان کے اپنے یا ان کی پارٹی کے سیاسی مصالح ہیں۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اس مجلس آئین ساز نے مملکت کی مقننہ (LEGISLATURE) کے فرائض بھی انجام دینے ہیں۔ اور چونکہ مرکزی وزارت کا بنانا اور بگاڑنا مقننہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لئے مجلس آئین ساز کے اراکین کا زیادہ وقت اور توانائی لامحالہ سیاست کی اسی مہرہ بازی کی نذر ہو جائے گا چنانچہ اس قسم کے جوڑ توڑ ابھی سے شروع ہو گئے ہیں۔ اگر اس مجلس کو سیاست گری اور وزارت سازی سے کوئی تعلق نہ ہوتا۔ اور اس کا کام صرف آئین کی ترتیب ہوتا تو یہ حضرات اپنی تمام توجہات اسی نقطہ پر مرکوز رکھتے اور (برا بھلا) آئین کم از کم وقت میں مرتب ہو جاتا۔

اس کے باوجود ہماری ان حضرات سے (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) پرزور درخواست ہے (اور یہ درخواست ہمارے قلب کی گہرائیوں سے ابھر کر ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے صفحۂ قرطاس تک آئی ہے) کہ آپ کچھ وقت کے لئے خالی الذہن ہو کر سوچیں کہ وہ کس قدر اہم عظیم اور گرانقدر فریضہ ہے جسے آپ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس وسیع و عریض مملکت کے استحکام و بقا اور اس میں بسنے والے ساڑھے آٹھ کروڑ نفوس کی زندگی اور سرفرازی کا مدار اس آئین پر ہے۔ جس کی ترتیب و تدوین کا بارِ گراں آپ نے از خود اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اگر آپ نے اپنی اس ذمہ داری کا صحیح صحیح احساس کیا۔ تو اس سے نہ صرف ملت پاکستانیہ کی موجودہ نسل ہی آپ کی زیر بار احسان رہے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی جو آپ کے لگائے ہوئے شجرِ طیب کے سائے تلے بیٹھ کر آرام کریں گی اور اس کے حسین و شاداب پھل کھائیں گی۔ آپ کو ہمیشہ ہمیشہ دعائیں دیتی رہیں گی۔

اس کے ساتھ ہی ہم اپنی قوم سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ ان آئین ساز حضرات کی کارگذاری پر بیشک سخت احتساب کی نگاہ رکھیں۔ اس پر کڑی سے کڑی تنقید کریں۔ لیکن ان کے کام میں محض اس لئے روڑے نہ اٹکائیں کہ جس انداز کا آئین بنا رہے ہیں۔ وہ آپ کے حسب پسند نہیں۔ آپ ان کی غلطیاں ان پر واضح کریں۔ اپنے مفید مشوروں سے ان کی تقویت کا باعث بنیں۔ اپنی بصیرت کو ان کے لئے چراغِ راہ بنائیں۔ لیکن محض اس لئے تخریب کے درپے نہ ہو جائیں کہ آئین سازی کا کام ان کے سپرد کیوں ہوا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کیوں نہیں دیا گیا۔ یہ لوگ

جس سے ہم کا آئین بھی بنا سکتے ہیں۔ آپ سے ایک دفعہ بن جانے دیں۔ ہر آئین میں ترمیم کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور آنے والی اسمبلیاں سابقہ واضعین کی غلطیوں اور خامیوں کی اصلاح کرتی رہتی ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ مملکت کا آئین پختگی اور بلندی اختیار کرتا جاتا ہے۔ آپ یہی کچھ یہاں بھی ہونے دیں۔ جہاں تک طلوع اسلام کا تعلق ہے یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس کی منزل مقصود قرآنی نظام ربوبیت کا نفاذ ہے۔ ابتداً پاکستان میں اور پھر ساری دنیا میں۔ وہ اس کے لئے مسلسل اور متواتر جدوجہد کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔ لیکن وہ اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہیں کرتا کہ اس منزل تک پہلے ہی قدم میں نہیں پہنچا جا سکتا اس تک بتدریج پہنچا جائے گا۔ اب رہا عبوری دور، سو اس میں جس قسم کے حالات ہوں گے اسی کے مطابق نظام کی تشکیل ہوگی اس تمام عرصہ میں اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ کسی ملک کے نظام کا آئین کے مطابق چلنا، خواہ وہ آئین ناقص ہی کیوں نہ ہو بہرحال بے آئینی اور بے نظمی کی حالت سے بہتر ہوتا ہے۔ اس بنیادی اصول کے پیش نظر ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ کاروان ملت کا رخ بے آئینی سے آئین پرستی کی طرف موڑتے رہیں۔ اور افراد کاروان میں ایسی فکری تبدیلی پیدا کرتے جائیں جس سے وہ ایک دن قرآنی نظام ربوبیت کی نورانی منزل تک پہنچ جائیں جہاں تمام مایوسیوں کے باوجود جو ناساعد حالات قدم قدم پر پیدا کرتی جا رہی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ جہاں معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

کس قدر سہانی ہوگی وہ صبح جس دن سورج کی کرنیں اس آسمانی انقلاب کا زندگی بخش پیغام لے آئیں گی اور زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

کشمیر

معاصر ڈان آف کشمیر (دہلی) اس اطلاع کا ذمہ دار ہے کہ مقبوضہ کشمیر کی نام نہاد اسمبلی نے کشمیری شہریت کا قانون بدل دیا ہے۔ اب تک ریاستی شہری ان کو سمجھا جاتا تھا جو ۱۸۸۹ء سے پہلے ریاست میں آباد تھے اور اس وقت سے باقاعدہ آباد چلے آ رہے تھے۔ لیکن آئندہ ہر وہ شخص جو دس سال تک ریاست میں رہا ہے اور جائداد غیر منقولہ بنا لے ریاست کا شہری تصور ہوگا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر موصوف لکھتا ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بے شمار ہندوستانی ریاست میں جائدادیں بنا لیں گے اور کشمیری کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے۔ ہندوستانیوں کا کشمیر میں سکونت اختیار کرنا مطلقاً حیران کن نہیں کیونکہ ایک تو صحت بخش علاقہ ہے دوسرے ہندو فرقہ پرست ریاست کو ہندو ریاست میں بدلنے کے شدید متمنی ہیں۔ وہ ۱۹۴۷ء سے یہ خواب دیکھتے چلے آ رہے ہیں اور اب جبکہ قانون شہریت بدل دیا گیا ہے تو ان کے خواب کی عملی تعبیر آسان ہو جائیگی۔

یہ اقدام ایک سلسلہ اقدامات کی کڑی ہے۔ جب سے کشمیر میں جنگ کا التواء ہوا ہے اور ہندوستان کو امن و اطمینان میسر آیا ہے وہ مسلسل ریاست کو اپنا حصہ بناتا چلا جا رہا ہے۔ کشمیر کے ہندوستان میں مدغم کرنے کی صورت یہ ہو گئی تھی کہ شیخ عبداللہ جیسے پنڈت نہرو کے دوست کو بھی اسکے خلاف احتجاج کرنا پڑا۔ انہی حالات سے متاثر ہو کر انھوں نے کشمیر کی آزادی کا تصور پیش کیا لیکن ہندوستان کشمیر کو ہضم کرنے پر اس حد تک کمربستہ ہو چکا تھا کہ اس نے بڑی ڈھٹائی سے شیخ صاحب کو معزول کر کے جیل میں ٹھونس دیا اور بخشی جیسے کٹھ پتلی کو گدی پر بٹھا دیا۔ بخشی ہندوستان کے لئے ملاء فہیم کی پتلی ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے آنے کے بعد ہندوستان کا اثر و دخل کشمیر میں اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اب کشمیر ہندوستان کا حصہ کہلا سکتا ہے تازہ فیصلے سے کشمیر مکمل طور پر ہندوستانی ہی نہیں ہو جائیگا بلکہ آہستہ آہستہ ہندو ریاست بن جائیگا۔ یہ خدشہ بے بنیاد نہیں کیونکہ کشمیر کے ہندو بنانے کا عمل ایک عرصہ سے جاری ہے۔ جموں کی مثال ہمارے سامنے ہے اس صوبے میں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن اب وہاں ڈھونڈے سے بھی کوئی مسلمان نہیں ملیگا۔ تقسیم کے بعد ہندوؤں نے جموں میں بھی فسادات کا سلسلہ شروع کیا اور مسلمانوں کو بیدردی سے قتل کیا۔ اور جو ان کی تلوار سے بچے وہ بھاگ کر پاکستان آ گئے۔ جو کچھ جموں میں تلوار کے زور پر ہوا وہ اب وادی کشمیر میں قانون کے نام پر کیا جائیگا۔

ہندوستان کشمیر میں تو یہ کچھ کر رہا ہے لیکن پاکستان کو حیلوں بہانوں سے ٹال رہا ہے۔ یہ فیصلہ کہ کشمیر کا مستقبل استصواب کے ذریعے طے ہوگا ۱۹۴۸ء میں کیا گیا تھا لیکن ہندوستان نے سات سال تک اس پر عمل درآمد نہیں ہونے دیا۔ اب بھی کوئی توقع نہیں کہ عمل درآمد کی کوئی صورت پیدا ہوگی بلکہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان استصواب کو خارج از بحث سمجھتا ہے۔ تو گویا ہندوستان نہ محض کشمیر سے متعلق متفقہ فیصلہ پر عمل درآمد کیلئے تیار نہیں بلکہ اس مسلمان ریاست کو باقاعدہ طور پر ہندو ریاست بنا رہا ہے۔ چند سال اسی طرح پاکستان کو ٹرخا کر وہ کہدیگا کہ کشمیر ایک ہندو ریاست ہے لہٰذا اس کے پاکستان میں شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسوقت وہ خود استصواب کی پیشکش کر کے پاکستان کو لاجواب کر سکتا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ حکومت پاکستان نے اس خطرے کو نہیں بھانپا اور وہ کشمیر کے مذاکرات کو اس بے فکری سے چلا رہی ہے جیسے کشمیر میں کچھ ہو ہی نہیں رہا۔ وزیر اعظم محمد علی صاحب دو سال قبل برسر اقتدار آئے تھے تو انھیں پنڈت نہرو سے براہ راست ملاقات کرنے کی ایسی دھن سمائی تھی کہ آج تک اس سراب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر سابقہ تجربے کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو یہی کم نہیں کہ گذشتہ دو سال میں پنڈت نہرو نے مفاہمت پسندی کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ پاکستان کیوں اس فریب مفاہمت کا شکار ہو رہا ہے۔ وزیر اعظم پھر پنڈت جی سے مل کر آئے ہیں لیکن اس کا نتیجہ اس سے زیادہ کچھ نہیں نکلا کہ پنڈت جی پھر ان سے ملاقات کریں گے۔ یہ ملاقات کہیں اگست میں جا کر ہوگی۔ ہمیں اس ملاقات کے نتیجے سے متعلق کوئی حسن ظن نہیں ہمیں یقین ہے کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب کو اس حد تک ذاتی تجربہ ضرور ہو چکا ہے کہ انھیں بھی اس سے کوئی حسن ظن نہیں ہوگا۔ جب صورت یہ ہے تو کیوں نہ اس طلسم کو توڑا جائے۔ اور یہ طلسم جتنا جلدی ٹوٹے بہتر ہے۔ کشمیر کے معاملے میں مجرمانہ حد تک غفلت شعاری کا ثبوت دیا گیا ہے اگر یہ صورت برقرار رہی تو کشمیر سے ہمیں ہاتھ دھونا پڑیگا۔ اور کشمیر سے ہاتھ دھونے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنی شاہ رگ ہندوستان کے چنگل میں دے دینگے۔

پاکستان اس خودکشی کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کا منہ دیکھتے رہنے کی بجائے اس معاملہ کو جلد از جلد اقوام متحدہ کے سپرد کر دینا چاہیئے اور اس سے یہ ضمانت لینی چاہیئے کہ جب تک کشمیر کا تصفیہ نہیں ہو جاتا وہاں کی آبادی کا تناسب برقرار رہیگا اور اس قسم کے قوانین ساقط العمل سمجھے جائیں گے جو اس تناسب کو بدلنے میں منتج ہو سکتے ہیں۔ اگر اس قسم کی ضمانت نہ لی گئی تو مذاکرات مفاہمت کے ساتھ ساتھ کشمیر ہندو بن جائے گا اور اس سے مقدمہ کشمیر کی بنیاد بدل جائیگی اور پاکستان کا استحقاق ختم ہو جائے گا ۔۔۔ یہ کام جلد از جلد کرنے کا ہے۔

نہری پانی کی تقسیم

دریاؤں کے پانیوں کی تقسیم کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جو تقسیم کی وجہ سے پیدا ہوئے اور جنھیں ہندوستان ایک حربے کے طور پر پاکستان کے خلاف استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ اگر انگریزوں اور ہندو کی سازش سے پنجاب تقسیم نہ ہوتا اور کشمیر پر ہندوستان دھاندلی سے قابض نہ ہو جاتا تو آج اس مسئلہ کی نوعیت بالکل مختلف ہوتی۔ بہرکیف چونکہ ہندوستان کے تصرف میں پانی کے سرچشمے تھے اس لئے اس نے ازراہ قساوت قلبی و پاکستان دشمنی جا و بے جا پانیوں کے بہاؤ میں مداخلت کی اور ہمیں ان سے محروم کر کے ہمارے سرسبز علاقوں کو صحراؤں میں تبدیل کر دینے کی طرح ڈالی۔ اس مقصد کے لئے اس نے تقسیم آب سے متعلق کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیا۔ ۱۹۴۸ء میں ہندوستان نے پہلا ابلیسی وار کیا اور دریاؤں کا پانی عین اس وقت روک دیا جبکہ فصلوں کی سیرابی کیلئے پاکستان کو اس کی اشد ضرورت تھی۔ اس کا اثر پاکستان کی معیشت پر ایسا پڑا تھا کہ غذائی قحط پڑ گیا تھا اور پاکستان کو دوسرے ممالک کا دست نگر ہونا پڑا تھا۔ اس کے بعد گو ہندوستان نے ویسا انتہائی اقدام نہیں کیا لیکن دریاؤں کا بہاؤ قدرتی نہیں رہا اور وہ اس میں ضرور دخل دیتا رہا۔ اس سلسلے میں قابل ذکر کوشش اس نے پچھلے سال بھاکڑہ ننگل نہر جاری کر کے کی۔ اس نے ہر چند عالمی بنک سے وعدہ کر رکھا تھا کہ جب تک آبی تقسیم سے متعلق کوئی سمجھوتہ نہیں ہو جاتا وہ پانی کے بہاؤ میں دخل نہیں دیگا۔ اس نے پوری ڈھٹائی سے اسکی خلاف ورزی کرتے ہوئے اور اس خلاف ورزی کو جائز

قرار دیتے ہوئے دریائے ستلج کا پانی اس نہر میں منتقل کر دیا۔ یقیناً یہ پاکستان کے لئے بڑا صبر آزما تھا۔

اس کے ساتھ ہندوستان نے یہ کوشش بھی کی کہ عالمی بنک کی وساطت سے جو مذاکرات ۱۹۵۲ء سے جاری تھے انھیں ختم کر دیا جائے اور معاملہ یونہی معلق رہنے دیا جائے۔ اتفاق سے یہ ممکن نہ ہو سکا اور بات پھر عالمی بنک تک پہنچ گئی۔ عالمی بنک کی وساطت سے جو مذاکرات پاکستان اور ہندوستان کے مابین ہوئے ہیں ان کی حیثیت بھی یہ ہے کہ ہندوستان مصر ہے کہ جو برتری اسے حاصل ہے اس میں سر مو فرق نہ آئے وہ پاکستانی دریاؤں کے پانی اپنے تصرف میں رکھنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کم و بیش تین سال سے کوئی تصفیہ نہیں ہو سکا۔ اس کے برعکس پاکستانی نمائندے اپنے تغافل کا ثبوت دیتے رہے جس سے پاکستان کا مقدمہ پوری طرح سامنے نہیں آ سکا۔ اسکی بدولت ہندوستان کا پلڑا بھاری رہا۔ چنانچہ گذشتہ سال جب عالمی بنک نے یہ تجویز پیش کی کہ تین مشرقی دریاؤں جنہیں ستلج، بیاس اور راوی کا پانی کلیۃً ہندوستان استعمال کرے اور چناب جہلم اور سندھ پاکستان کے حصے میں آئیں تو وزیر اعظم نے شکایت کی تھی کہ عالمی بنک نے نامکمل معلومات کی بنا پر فیصلہ دیا ہے گو انھوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا تاہم اس کی ذمہ داری ہمارے اپنے نمائندوں پر عاید ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ صحیح اور مکمل طور پر مقدمہ پیش کرنے سے قاصر رہے۔ گو ان مذاکرات کا ابھی تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ تاہم غنیمت ہے کہ ایک عارضی سمجھوتہ طے پا گیا ہے۔ یہ سمجھوتہ یکم اپریل سے ۳۰ ستمبر تک کے عرصہ میں نافذ العمل رہے گا۔ اور اس کے خاتمے پر مکمل سمجھوتہ نہ ہو سکا تو اس میں توسیع کر دی جائے گی۔ اس سمجھوتہ کا مقصد یہ ہے کہ قطعی معاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان کی ضرورت نظر انداز نہ ہو جائے۔ اور اسے فصل خریف کے لئے مناسب مقدار میں پانی میسر آ جائے۔ اس سمجھوتے کی نگرانی کے لئے پاکستان اور ہندوستان میں کمشنر (اور ضرورت ہوئی تو نائب کمشنر بھی) متعین ہوں گے۔ جو آپس میں تبادلۂ خیالات و مطالعہ احوال کرتے رہیں گے۔ اگر وہ معاہدہ پر عمل درآمد سے قاصر رہے تو معاملہ واشنگٹن میں دونوں ممالک کے مندوبین تک پہنچا دیا جائے گا۔ اور فریقین میں سے کوئی بھی اس معاملہ کو عالمی بنک تک پہنچا سکتا ہے۔ گویا سمجھوتے کا ایک اچھا پہلو یہ ہے کہ آخری تصفیہ تک پاکستان کی ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔ اور دوسرا یہ کہ اگر بالفرض اس پر عمل درآمد کسی وجہ سے نہ ہو سکا۔ تو معاملہ عالمی بنک تک پہنچایا جا سکیگا جس سے یہ توقع وابستہ کی جا سکتی ہے کہ وہ اسے سنبھالے گا اصولاً یہ طریق قابل اعتراض نہیں لیکن اس کے مفید ثابت ہونے کی واحد صورت یہی ہے کہ اگر خدانخواستہ اس پر عمل درآمد میں کوئی دقت پیش آئے۔ تو اسے بر وقت حل کر لیا جائے۔ کیونکہ وقت کا سوال بڑا اہم ہے۔ پاکستان کو فصل خریف کے لئے بر وقت پانی نہ ملا تو سارا سمجھوتہ بیکار ہو جائے گا۔

یہ تو خیر عارضی سمجھوتہ ہے جس کی افادیت وقتی ہے۔ اصلی سوال مستقل تصفیہ کا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کب طے ہو سکیگا اور اس کی آخری شکل کیا ہو گی؟ ہماری پوزیشن بالکل واضح ہے۔ ہمارا نہری نظام ان دریاؤں کا محتاج ہے۔ جن کے سرچشمے پاکستان سے باہر ہیں لہٰذا ان دریاؤں کا جس قدر پانی ہندوستان کے استعمال میں آئیگا۔ اس کا مضر اثر ہمارے اس نظام پر پڑے گا۔ لہٰذا ایک ضرورت تو یہ ہے کہ پانی کی مقدار اس قدر کم نہ کر دی جائے کہ یہ نظام معطل ہو جائے۔ اور دوسری یہ کہ پاکستان کو مستقل متبادل ذرائع آبپاشی مہیا کرنے میں مدد دی جائے۔ تاکہ پانی کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ یہ آسان کام نہیں۔ اور پاکستان اس کے لئے مطلوبہ سرمایہ مہیا نہیں کر سکتا۔ اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عالمی بنک نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہندوستان اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کچھ کروڑ روپے پاکستان کو دے۔ یہ تجویز درست تھی کہ سابقہ تجربے کی بنا پر ہم ہندوستان کے وعدے پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے معاوضہ کی ذمہ داری عالمی بنک پر ہونی چاہیئے اور پاکستان کو نقد دینا چاہیئے کہ یہ ادائیگی بنک کی وساطت سے ہو۔ تاکہ کم از کم وقت میں اور اطمینان سے ضروری انتظامات ہو سکیں۔

ہم نے اس موقعہ پر ذرا تفصیل سے بات کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس کی ہے کہ پانی کا مسئلہ ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اس سے ذرا سی لاپرواہی اپنی زندگی سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ہم حکومت پر ایک بار پھر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا معاہدہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ جو ہماری فوری اور مستقل ضروریات کو پورا کرنے کا ضامن نہ ہو۔ یا لفظاً خوش آئند ہو اور عملاً اسے ناکارہ بنا دیا جا سکے۔ اگر کوئی ایسا بے خردانہ معاہدہ منظور کر بھی لیا گیا تو ملک اپنے عضرنامہ قتل پر دستخط کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوگا۔ اور اسے سرمایۂ استحقار سے ٹھکرا کر اپنی راہ عمل خود تلاش کرے گا۔

افغانستان کی بدعہدی

افغانی حکومت نے جس شقاوت اور قساوت سے پاکستانی پرچم کی توہین کی اور پاکستانی سفارت خانوں پر حملے کر کے نقصان پہنچایا ہے۔ وہ مہذب اقوام کی صف میں اپنی مثال آپ ہے حکومتی غنڈہ گردی کی اس سے بدتر مثال شاید ہی کوئی پیش کی جا سکے لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے۔ اس کا دوسرا رخ کچھ کم قابل نفرت نہیں۔ پاکستان نے جب بین الاقوامی قواعد کے مطابق اس کی تلافی کا مطالبہ کیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد جب پہلے عربی شہزادہ مساعد بن عبد الرحمٰن اور بعد میں وہ اور مصری وزیر کرنل سادات مصالحت کے لئے ساعی ہوئے تو ان حکمرانوں نے بدعہدی کی مثال قائم کی۔ وہ کئی بار شرائط تسلیم کرنے کے بعد پھر گئے۔ چنانچہ اس وقت تک کوئی تین مرتبہ مفاہمت کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ لیکن ہر اعلان کے بعد یہ خبر آ جاتی ہے کہ کابلی فریق نے ایک نیا شوشہ کھڑا کر دیا ہے۔ ۱۹/ جون کو جب پھر اعلان ہوا تو اخباری اطلاعات سے معلوم ہوتا تھا کہ مندرجہ ذیل امور پر سمجھوتہ ہو گیا ہے۔

۱۔ پاکستانی پرچم شہزادہ مساعد لہرائیں گے۔ اور افغانی کابینہ کے وزیر اور فوج کے ایک سو سپاہی وہاں موجود ہوں گے۔

۲۔ کابل میں دیگر ممالک کے سفیر بھی موقعہ پر موجود ہونگے

۳۔ اس موقعہ پر جو اعلامیہ شائع ہوگا اس میں پشاور کا ذکر نہیں ہوگا۔

۴۔ جو پنج قومی کمیشن پشاور کے مبینہ واقعہ کی تحقیقات کریگا وہ فی الفور نہیں بلکہ مناسب مدت میں کام شروع کریگا

یہ مفاہمت بین الاقوامی قواعد کے مقابلے میں بڑی نرم تھی کیونکہ پاکستان نے تصفیہ کو چکانے کے خیال سے افغانستان کو کئی رعایتیں دے دی تھیں۔ لیکن حسب عادت افغانستان اس عہد سے بھی پھر گیا۔ چنانچہ ۲۳ جون کی اطلاع ہے کہ اس کے بدعہد حکمرانوں نے ایک اور مطالبہ پیش کر دیا ہے۔ یہ مطالبہ اس سے پہلے دو بار پیش ہو کر مسترد ہو چکا تھا اور افغانستان نے اسے ختم کر دیا تھا۔ اب معاملہ کابینہ پاکستان کے زیر غور ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کابینہ کو مصالحت کرانے والے کیا مشورہ دیں گے۔ اور کابینہ کس فیصلے پر پہنچے گی لیکن ساعی مفاہمت سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ افغانستان نے غنڈہ گردی بھی کی۔ اور اب وہ اس کی تلافی کرنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ ان حالات میں آزمائے ہوئے کو مزید آزمانا دانشمندی نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ افغانستانی حکمرانوں کی مسلسل بدعہدی نے ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں چھوڑا کہ ہم اس الٹی میٹم پر عمل کریں جو مئی میں انھیں دیا گیا تھا۔ پاکستان نے افغانستان کو ۱۵ مئی تک کی مہلت دی تھی اور کہا تھا کہ اگر اس تاریخ تک تلافی نہ کی گئی تو اس کا معاشی مقاطعہ کر دیا جائے گا۔ ہمیں توقع ہے کہ اب ہم اس پر عمل کریں گے تو ہمیں دنیائے اسلام کی ہمدردیاں بھی حاصل ہوں گی۔ کیونکہ سعودی عربیہ اور مصر کے نمائندوں نے تجربے سے دیکھ لیا ہے کہ افغانستان کے عزائم کیا ہیں۔

اس قضیہ نامرضیہ میں ممالک اسلامیہ کے لئے درس عبرت ہے۔ یہ اتحاد باہمی کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ وہ کسی ایک ملک کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ مسلمان ممالک کے معاملہ میں ہمسائیگی کا خیال رکھے اور مسلمانوں کے مجموعی مفاد کو خطرے میں نہ ڈالے۔ جب تک اس کمی کو پورا نہیں کیا جاتا۔ افغانستان کی بد دماغی اور بدعہدی کا کوئی مؤثر علاج ممکن نہیں ہوگا اگر سعودی عربیہ، مصر اور پاکستان یہ سبق سیکھ لیں اور اس کے مطابق باہمی تعاون سے کام کرنا شروع کر دیں، تو افغانی قضیہ ایک رحمت ثابت ہو سکے گا۔

غیر ذمہ دارانہ بیان

یوں تو ہندوستان پاکستان سے متعلق ہی یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ یہ ملک تا دیر برقرار نہیں رہ سکے گا۔ لیکن مشرقی پاکستان کو خصوصیت سے اس سلسلہ کی کمزور کڑی سمجھا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس کمزور کڑی کو کمزور تر کرنے کے لئے کئی کوششیں ہو چکی ہیں۔ للہ الحمد کہ وہ ناکام و نامراد ثابت ہوئیں۔ اس ناکامی سے ہندوستان کے حیلوں میں تبدیلی آ گئی۔ اور اس کا زیادہ اعتماد اعصابی جنگ پر ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پروپیگنڈہ کا کوئی موقعہ ضائع نہیں کیا جاتا۔ کچھ عرصہ سے ہندوستان میں شور مچ رہا ہے کہ مشرقی پاکستان سے ہندو بھاگ بھاگ کر آ رہے ہیں۔ اس پروپیگنڈہ کی حقیقت کیا ہے اور ہندوستان کا اس سے مقصد کیا ہے۔ اس پر طلوع اسلام

ہیں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ یہ قابلِ ذکر ہے کہ اتنا شور مچانے کے باوجود بڑے سے بڑا پروپیگنڈہ کرنے والا بھی مشرقی پاکستان پر یہ الزام نہ لگا سکا کہ وہاں ہندوؤں سے ناجائز و نامنصفانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان میں معاشی حالات اچھے نہیں۔ اس لئے وہاں سے ہندو ترکِ وطن کر کے آ رہے ہیں۔ خود پنڈت جی نے ایسے ہی خیال کا اظہار کیا تھا۔ گو یہ دلیل بالکل لچر ہے کیونکہ معاشی تنگی امر واقعہ ہو تو وہ ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے یکساں ہونی چاہیئے۔ لیکن اس سے بہرحال یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ہندوؤں کو یہ شکایت نہیں کہ ان سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔

کچھ عرصے سے یہ موضوع مدھم سا ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن ہندوستان کے نئے ہائی کمشنر مسٹر ڈیسائی نے اسے از سرِ نو تازہ کیا ہے۔ آپ نے مشرقی پاکستان کا دورہ کرنے کے بعد کلکتہ میں ۲۲؍جون کو جو بیان دیا ہے وہ غیر ذمہ دارانہ ہونے کے علاوہ افسوسناک ہے۔ اگر مسٹر ڈیسائی جیسے ذمہ دار حضرات بھی اس قبیل کی باتیں کر سکتے ہیں تو جنہیں فرقہ پرست ہندو کہا جاتا ہے وہ پاکستان کے خلاف جو بھی کہیں قابلِ فہم ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ چوٹی کے آدمی تو نہیں چاہتے کہ اقلیتیں ہندوستان جائیں لیکن نیچے کے حکام کا اس ذہنیت سے متاثر ہونا وقت طلب ہے۔ صحیح تر الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ صوبے کے چند چوٹی کے آدمی چھوڑ کر ساری کی ساری انتظامی مشینری اقلیتوں کے خلاف ہے۔ یہ وہ الزام ہے جس کی مسٹر ڈیسائی کے علاوہ کوئی اور ہندو جرأت نہ کر سکا۔ آپ نے اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ پاکستان میں ہندوستان کے لئے بڑے مخلصانہ جذبات ہیں لیکن ان کی ایک حد تک وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے بہت سے لیڈر یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان بتدریج ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اور بین الاقوامی میدان میں شہرت اور عزت حاصل کرتا جا رہا ہے گویا مسٹر ڈیسائی کے نزدیک پاکستان کے جذبات خیر سگالی ہندوستانی مرعوب بڑھتی ہوئی عزت اور عظمت سے مرعوبیت کا نتیجہ ہیں نہ کہ قلبی صداقت کا آئینہ۔ ہم اس موقعہ پر پاکستان کے جذبات کا ہندوستان کے جذبات سے تقابل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ البتہ حکومت پاکستان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی ملک کے نمائندے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہماری نیت پر اس طرح شبہ کرے؟ اس کے ساتھ ہم مسٹر ڈیسائی سے یہ گذارش کریں گے کہ اگر انہوں نے بیانات کا یہ انداز اور سلسلہ جاری رکھا تو وہ دونوں ممالک میں ایک خلیج حائل کرنے کی قابلِ رشک شہرت حاصل کر لیں گے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان کا مقصد یہی ہے؟

وحدتِ مغرب

مجلس دستور ساز کے انتخابات نے شخصی اور گروہی تصادم مفادات کا جو نیا دور شروع کر دیا ہے۔ وہ اس اعتبار سے بالخصوص افسوسناک ہے کہ اس کا اثر ان امور مہم پر پڑے گا جن سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مجلس معرضِ وجود میں لائی گئی۔ ان میں سے ایک اہم مسئلہ وحدتِ مغرب کا ہے۔ اس وحدت کی اہمیت و افادیت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس وقت اس بحث کی ضرورت نہیں اسی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر اس تجویز پر ملک میں عمومی اتفاق پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ مغربی پاکستان کی صوبائی مجالس مقننہ نے اور صوبائی اور ملکی سیاست کے قابلِ ذکر افراد نے اس پر صاد کیا۔ اس عمومی اتفاق کے باوجود انتخابات کی فضا میں بعض حلقوں میں وحدت کے خلاف سرگوشیاں شروع ہو گئیں اور یہ اثر پیدا کرنے کی مذموم کوشش ہونے لگی کہ مجلس میں اس متفقہ تجویز کو پھر سے زیرِ بحث لایا جائے۔ تاکہ اسے ناکام بنایا جا سکے۔ یہ ذہنیت مکروہ ہی سہی۔ لیکن قابلِ فہم ہے کیونکہ سیاست کے وہ مہرے یقیناً وحدت کے حق میں نہیں ہو سکتے۔ جنہیں اس کی وجہ سے ہٹ جانے کا یقین ہے۔

ان حالات میں ڈاکٹر خانصاحب کی وحدتِ مغرب سے متعلق نشری تقریر بڑی برمحل ہے۔ اسے بجا طور پر واضعینِ آئین کے لئے یاد دہانی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کو بر وقت یاد دلایا گیا ہے کہ جو فرائض ان کے ذمہ ہیں۔ ان میں اہم فریضہ وحدتِ مغرب ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ صوبوں کے خاتمے کی تجویز کو ملک کے گوشے گوشے میں پسند کیا گیا ہے۔ چنانچہ انہیں اطراف و جوانب سے ہزاروں پیغامات تائید و تحسین موصول ہو چکے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ مجلس دستور ساز کی ہیئت ترکیبی میں کوئی ایسا عنصر شامل نہیں جس نے وحدت کی علانیہ حمایت نہ کی ہو۔ لہٰذا مجلس سے بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اولین فرصت میں اس تجویز کو منظور کر دے گی۔ تاکہ انتظامی کونسل نے اس کا جو نقشہ تیار کر رکھا ہے۔ اس کے مطابق جلد از جلد کاروائی شروع ہو جائے۔

ڈاکٹر خان صاحب نے فرمایا ہے:-

"جو لاکھوں افراد گزشتہ نصف صدی کے دوران میں جنگِ آزادی لڑتے رہے۔ اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں دیتے رہے۔ وہ ایک نصب العین کے حصول کے متمنی تھے۔ وہ ایسے وطن کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جس کے مالک وہ خود ہوں گے۔ جہاں حکمرانی نا انصافی نہیں ہو گی۔ جہاں تمام فرزندانِ وطن کو پورے پورے مواقع حاصل ہوں گے۔ جہاں وہ ایسی حکومت متشکل کریں گے جو ان پر حکمران نہیں ہو گی بلکہ ان کی بہبود کا ذریعہ ہو گی۔"

گزشتہ آٹھ سال میں اس خواب کی تعبیر میں کوئی قابلِ ذکر صورت پیدا نہیں ہو سکی۔ البتہ اب جو حالات نے پلٹا کھایا ہے اس سے امیدیں بیدار ہو گئی ہیں لیکن یہ امیدیں کہاں تک پوری ہوں گی۔ اس کا جواب مستقبل دے گا۔ ڈاکٹر خانصاحب ایسے جنگِ آزادی کے سپاہی سے توقع ہے کہ وہ اس راہ میں کام آنے والوں کی روحوں کی پکار سنیں گے۔ اور اس پر لبیک کہتے ہوئے "حکومت" کو صحیح معنوں میں رفاہِ عام کا ذریعہ بنائیں گے۔ اگر یہ تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ تو خارج میں وہ انقلاب برپا نہیں ہو سکیگا۔ جس کے پیدا کرنے کی توقع وحدت سے وابستہ کی جا رہی ہے۔ ایک یونٹ کا قیام مقصد نہیں حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے۔

"مہذب بمباری"

۱۶؍جون کو نوآبادیاتی انڈر سکریٹری لارڈ لائڈ نے برطانوی ایوانِ امراء میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ

> حکومت کی رائے میں باغی قبائلیوں کی ہوائی بمباری سے تباہی اجتماعی جرمانہ ادا کرنے والوں کے لیے سزا کا سب سے زیادہ انسانی طریقہ ہے... چونکہ انھیں کافی پہلے متنبہ کر دیا جاتا ہے اس لئے جانی نقصان کا احتمال کم ہو جاتا ہے۔

یہ بمباری رائل ایر فورس نے ۳۰؍مئی کو عدن کے ان قبائل پر کی تھی۔ جن پر الزام یہ تھا کہ وہ ممانعت کے باوجود خوراک کے کاروان حضرموت کی طرف لئے جا رہے تھے۔ اس بمباری سے بغاوت فرو نہیں ہو گئی بلکہ اس کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ چنانچہ ۱۵؍جون کو قبائلیوں نے ایک خونریز تصادم میں دو انگریز افسروں اور آٹھ کو اور ہلاک کر دیا۔ بعض اطلاعات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قبائلیوں نے کوئی پانچ برطانوی سپاہیوں کو نرغہ میں لے لیا ہے یہ معلوم نہیں کہ تازہ ترین صورتِ حال کیا ہے کیونکہ ان علاقوں میں جو کچھ ہو رہا ہے مواصلات کی کمی کی وجہ سے اس کی کم سے کم خبریں آتی ہیں۔

انگریز نے "مہذب بمباری" کی اصطلاح پہلی مرتبہ استعمال نہیں کی۔ اس کی تاریخ استعماریت ایسے غیر انسانی اعمال سے پٹی پڑی ہے۔ آج بیسویں صدی کے نصف آخر میں بھی اگر وہ ان متروک اصطلاحوں کو استعمال کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا واسطہ ایک ایسی پسماندہ قوم سے پڑا ہے جو ذہنی اعتبار سے تاریخ کے اس دور میں بس رہی ہے جس میں یہ اصطلاحیں مروج تھیں۔ لیکن آج اس کے باب کا آخری ورق بھی الٹا جا چکا ہے کیا یہ انتہائی حیرت اور افسوس کا مقام نہیں کہ اس دور میں بھی ایسی انسانیت سوز حرکتوں کا تختۂ مشق مسلمان ہیں؟ اور ایسا ہو کیوں نہ ممالکِ اسلامیہ میں ایسی نفسا نفسی مچی ہے کہ انہیں ایک دوسرے کے مصائب کا کما حقہ احساس ہے نہ وہ مظلوم بھائیوں کی مدد کو پہنچنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ جب تک عدمِ توجہی کا یہ عالم ہے صلاحِ احوال کی توقع عبث ہے۔

ذاتی ملکیت

کا اصول

ملّا کے نزدیک بڑا مقدس ہے

لیکن

اس بارے میں قرآن کا حکم کیا ہے؟

اس کی تفصیل

"نظامِ ربوبیت"

میں دیکھئے

تاریخی شواہد

(۲۱)

متذکرہ صدر نصائح پر ایک مرتبہ پھر غور کیجئے اور دیکھئے کہ ان چند ٹکڑوں میں تطہیر فکر و نظر، نصب حکومت اور اصلاح معاشرت کے مختلف گوشوں کو کس طرح جامع طور پر یکجا کر دیا گیا ہے! جناب لقمان کا ذکر چونکہ سلسلہ انبیائے عظامؑ میں نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہم انہیں رسول قرار نہیں دے سکتے۔ لیکن اس تعلیم کے متعلق واضح ہے کہ شمع نبوت سے اکتساب ضیاء کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہودؑ کی تعلیم اس وقت تک جزواً اپنی اصلی شکل میں موجود تھی۔ اور جب اس تعلیم کو قرآن کریم کی بھی سند مل جائے۔ تو اس کی صحت و عظمت میں کیسے کلام ہو سکتا ہے۔

یہ ہیں وہ لقمان جو جامع حکمت و دانائی اور دانش و بینش میں زبان زد خلائق ہیں۔ جب کسی کے پاس آسمانی قندیل ہو تو اس کے نور بصیرت کی کرنیں کیوں نہ دنیا بھر میں پھیل جائیں؟

گرچہ خوردیم نسبت ایست بزرگ ذرۂ آفتاب تابانیم

قوم عاد کے سلسلہ میں قرآن کریم نے ایک مرد دانشمند و نیک سیرت (لقمانؑ) کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت ہودؑ کی شریعت کے متبع تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے جو نصیحتیں کی ہیں چونکہ وہ ابدی حقائق پر مبنی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے انھیں اپنے آغوش حفاظت میں جگہ دے کر بقائے دوام عطا کر دی ہے۔ لقمان (حکیم) کی تاریخی حیثیت ابھی تک تیقن کے ساتھ متعین نہیں ہو سکی (آنے والے زمانہ کے انکشافات اس فریضہ کو بھی ادا کر دیں گے) ہم نے ان کا جو زمانہ متعین کیا ہے۔ وہ قیاسی ہے۔ اور بعض ایسی روایات پر مبنی، جو دوسری روایات سے زیادہ قابل اعتماد معلوم ہوتی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ حضرت ایوب کے بھانجے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور ایک ہزار سال تک زندہ رہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک حبشی غلام تھے۔ مستشرقین بھی اس باب میں کوئی متیقن رائے نہیں رکھتے۔ سیل کا خیال ہے کہ یہ یونانی ایساپ (AESOP) سے الگ کوئی اور شخصیت نہیں (DR. SPRANGER) کا خیال ہے کہ یہ ایونسے الکسائی (ELXAI) ہی کا دوسرا نام ہے۔ (HITTI) اپنی تاریخ عرب میں اسی خیال کا حامل نظر آتا ہے۔ تورات کی کتاب الامثال میں یاقہ کے بیٹے اجور (امثال ۳۰/۱) اور لموایل بادشاہ (امثال ۳۱/۱) کی حکمت کی باتیں، عرب کے لقمان کی نصائح سے ملتی جلتی ہیں۔ اس قیاس کے مطابق جناب لقمان کو بنی اسمٰعیل میں سے ہونا چاہیئے۔ غرضیکہ کثرت تعبیر سے یہ خواب بھی تک پریشان ہے۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس کا حل آنیوالے زمانہ کے انکشافات کا منتظر، قرآن کریم تاریخ کی کتاب نہیں۔ اس لئے اس نے لقمان کی تذکیر و موعظت سے بحث کی ہے جب و نسب اور مقام و زمان سے نہیں۔ اور ہمیں تک ہمیں بھی اپنے آپ کو محدود رکھنا چاہیئے۔

قوم نوح کی بربادی کے بعد، بنی سام کی پہلی ترقی قوم عاد سے ہوئی جن کا مسکن احقاف کا علاقہ تھا۔ اس قوم کو قوت و حشمت اور دولت و ثروت کی فراوانی عطا ہوئی تھی۔ انہی کو عاد ارم یا ذات العماد بھی کہتے ہیں۔ یہ پہاڑوں کے بڑے بڑے شیش قلعے اور اونچے اونچے نشانات تعمیر کرتے تھے دولت و حشمت کے ساتھ انھیں دانش و بینش بھی عطا ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ یہ چیزیں ضابطۂ خداوندی کے تابع نہ تھیں۔ اس لئے ان کے نتائج امن و اصلاح کے بجائے ظلم و فساد کی صورت میں سامنے آتے تھے۔ ان کے نظام زندگی کو صحیح خطوط پر متشکل کرنے کے لئے ان کی طرف حضرت ہودؑ مبعوث ہوئے۔ انھوں نے آکر وہی انقلاب انگیز دعوت پیش کی، جو وحی آسمانی کا مقصد اولیں ہوتا ہے یعنی سرکش و متکبر طاغوتی نمائندوں کے ہاتھوں سے قوت و اقتدار اور رزق کے سرچشمے چھین کر تمام انسانوں کو خدا کے نظام ربوبیت کے تابع لے آنا ظاہر ہے کہ اس سے ایک طرف سرداران قوم کے غلبہ و استیلا پر زد پڑتی تھی۔ اور دوسری طرف دنیائے مذہب کے ارباب من دون اللہ کی تقدس و عقیدت کی مسندیں چھنتی تھیں۔ اس لئے ان دونوں کی طرف سے مخالفت یقینی تھی۔ ارباب حکومت نے تمسخر و استہزاء اور ترہیب و تخویف سے کام لیا۔ اور مذہب کے خود ساختہ علم برداروں نے یہ کہہ کر عوام کو مشتعل کیا کہ دیکھو! یہ نئی تعلیم تمہارے آباؤ اجداد کے مسلک کے یکسر خلاف ہے۔ اور اس داعی انقلاب کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں تمہارے اسلاف کی روش سے بیگانہ بنا دے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے یہ لوگ علم و عقل بھی رکھتے تھے لیکن جب علم و عقل جذبات کے تابع ہو جائیں تو نہ وہ علم علم رہتا ہے اور نہ وہ عقل عقل۔ بلکہ اس وقت ان دونوں کا فریضہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ جذباتی مقاصد کے بروئے کار لانے کے ذرائع بن جائیں۔ چنانچہ یہی اس قوم کے ساتھ ہوا۔ انھوں نے عقل و ہوش سے سوچا ہی نہیں کہ ہمیں ہلاکت و بربادی کے گہرے عمیق و مہیب جہنم سے بچا کر امن و عافیت کی جنت کی طرف دعوت دی جا رہی ہے۔ انھوں نے مخالفت کی اور جی بھر کر مخالفت کی۔ حضرت ہودؑ نے امکان بھر کوشش کی کہ وہ اپنے نظام حیات کو نظام خداوندی کی صحیح خطوط پر لے آئیں۔ لیکن چونکہ اس سے ان کی ہوس خون آشامی کی تسکین نہیں ہو سکتی تھی اس لئے انھوں نے اس دعوت کی طرف کان ہی نہ دھرا۔ چنانچہ ان کے جرائم سنگین سے سنگین تر ہوتے گئے۔ اور جب قانون مکافات نے اندازہ کر لیا کہ ان کا ناسور لا علاج ہو چکا ہے اور اس کا زہر جسد انسانیت کے صالح حصہ کے لئے ہلاکت آفریں بنتا جا رہا ہے۔ تو اس اٹل قانون کے مطابق یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ اس زہر آلود حصہ کو کاٹ کر الگ پھینک دینا ہی ضروری ہے۔ چنانچہ ان پر تباہی کا عذاب آیا۔ اور آندھی کے ایک قیامت خیز طوفان نے ان کی بستیوں کو مدفن بنا دیا۔ اور اس کے بعد دنیا میں صرف ان کے افسانے باقی رہ گئے۔

امم سامیہ میں سے جن قبائل نے اندرون عرب میں حکومتیں قائم کیں ان میں سب سے مشہور قبیلہ (بلکہ قوم) ثمود کا تھا۔ ان کی ترقی کا زمانہ عاد اولیٰ کے بعد کا ہے۔ یہ قوم عرب کے شمال مغربی حصہ پر حکمران تھی۔ جسے وادی القریٰ کہتے تھے حجر ان کا دار الحکومت تھا۔ جو اس قدیم راستہ پر واقع تھا جو حجاز سے شام کی طرف جاتا ہے۔ وادی قریٰ کے گرد و پیش کا میدان بظاہر سبز و شاداب ہے۔ لیکن آتش فشاں مادہ سے لبریز۔ قرآن کریم نے اس قوم کو عاد کا جانشین بتایا ہے۔

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ
فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ
الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِينَ ۝ (۷/۷۴)

اور وہ وقت یاد کرو جب کہ خدا نے تمہیں قوم عاد کے بعد اس کا جانشین بنایا،
اور اس سرزمین میں اس طرح بسا دیا کہ میدانوں سے محل بنانے کا کام لیتے ہو اور
پہاڑوں کو بھی تراش کر اپنا گھر بنا لیتے ہو۔ پس اللہ کی قدرتوں کو یاد کرو اور
ملک میں سرکشی کرتے ہوئے خرابی نہ پھیلاؤ۔

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ سے پیشتر ان کی تباہی ہو چکی تھی۔ کیونکہ دربار فرعون کا مرد مومن اپنی قوم سے کہتا ہے کہ:۔

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۝
مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ
وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ۝ وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ
يَوْمَ التَّنَادِ ۝ (۴۰/۳۰-۳۲)

اور (دربار فرعون کے) مرد مومن نے کہا کہ اے میری قوم (کے لوگو!) اگر تم اپنے اس انکار اور بدعملی سے باز نہ آئے تو مجھے تمہارے متعلق (بھی) اور دوسری قوموں جیسے روز بد کا اندیشہ ہے (مثلاً) جیسے قوم نوح، اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد کی قوموں (مثلاً قوم لوط وغیرہ) کا حال ہوا ہے (کہ وہ تباہ کر دی گئیں اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان ہی مٹا دیا گیا۔ یہ سب کچھ ان کی ہی کی بداعمالیوں کے نتائج تھے۔ ورنہ) خدا تو (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے کا کبھی ارادہ بھی نہیں کرتا۔ اے میری قوم! میں تمہارے متعلق چیخ پکار کے دن (یوم مجازات عمل) سے ڈرتا ہوں۔

عورت کا قرآن

(۱۸)

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (نمل ۶)

یہ قرآن تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ اور نہ تم اندھوں کو ان کے گمراہی کے راستے دکھلانے والے ہو تم تو صرف ان ہی کو سنا سکتے ہو۔ جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں پھر وہ ملتے بھی ہیں۔"

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (حج ۶)

بات یہ ہے کہ آنکھیں تو واقعی اندھی ہو نہیں جاتیں۔ بلکہ وہ دل جو سینوں میں ہیں وہی اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (حجر ۱)

یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن مبین کی۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (مائدہ ۳)

بلاشبہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے۔ اور کتاب مبین کہ اس کے ذریعے سے اللہ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں، سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے۔ اور ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے۔"

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر ۱)

بیشک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہیں۔

باب اوّل

مسائل نسواں

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ — اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی — کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں

(اقبال)

(الف) نکاح و مہر

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (روم ۳)

اللہ تعالیٰ کی بیشمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تھوڑے ہی دنوں[۱] کے بعد تم آدمی بن کر پھیلنے لگے۔ اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں۔ تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے۔ اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔ اس میں فکر کرنے والوں کے لئے سبق ہے۔

(۱) وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (بقرہ ۲۷)

مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں نکاح نہ کرو۔ ایک مشرک عورت سے خواہ تمہیں کتنی ہی پسند آئے مومن عورت کہیں بہتر ہے۔ چاہے وہ لونڈی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لے آئیں مومن عورتیں ان کے نکاح میں نہ دی جائیں۔ چاہے وہ کتنے ہی بھلے معلوم ہوتے ہوں۔ یقیناً خدا کا ایک مومن بندہ ایک مشرک مرد سے کہیں بہتر ہے۔ چاہے وہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔ یہ مشرکین تمہیں دینِ حق سے برگشتہ کر کے النار کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے تمہیں جنت و مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ اور اللہ لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنی آیتیں واضح بیان کرتا ہے۔ تاکہ لوگ متنبہ ہوں اور نصیحت پکڑیں۔

(۲) اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ (نور ۱)

زانی، نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اسی طرح زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے۔ اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔــلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْــَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (ممتحنہ ۲)

اے مسلمانو! ہجرت کر کے جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس آویں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو۔ ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے پھر اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو۔ نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ اور کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان کے مہر ان کو دیدو۔ اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے ان پر خرچ کیا ہو وہ مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور بڑا علیم و حکیم ہے۔ اور اگر تمہاری بیبیوں میں سے کوئی بی بی کافروں میں[۲] چلے جانے سے تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا انھوں نے خرچ کیا تھا۔ ان کے برابر تم ان کو دیدو۔ اور اللہ سے کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ ڈرتے رہو۔

۱؎ یوم کا لفظ عربی زبان میں صرف "دن" کیلئے نہیں آتا بلکہ عہد، زمانہ (PERIOD) کیلئے بھی آتا ہے لہٰذا یہاں اس آیت میں "تھوڑے دن" سے غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے۔ اور ہمیں اس کو اپنے یہاں کے دن اور سال کے حساب سے نہ سمجھنا چاہیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا "تھوڑے دن" ہمارے یہاں کا سا "تھوڑے دن" نہیں۔ قیامت کے ذکر میں ایک جگہ بتایا گیا ہے کہ وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون (حج ۶) اور تمہارے پروردگار کا ایک دن تم لوگوں کے شمار کے مطابق ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ ایسا ہی "تھوڑے دن" کے پہلے رکوع میں کہا گیا ہے اور "روز قیامت" اتنا بڑا ہوگا جو تمہارے حساب سے پچاس ہزار برس ہوگا۔ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ (معارج ۱) ایسے عرصہ میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کو "کل" کہہ کے یاد کیا ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد (حشر ۳) اے مسلمانو! خدا سے ڈرو اور ہر فرد دل میں سوچو کہ کل کے لئے تم نے کیا بھیجا ہے۔ ۲؎ مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کی عورت نہ آسکی۔ وہیں رہ گئی اور کافر اس عورت کے مسلمان شوہر کا خرچ کیا ہوا مال بھی نہیں بھرتے تو تم نہ دو۔ اگر کوئی کافر عورت تمہارے ہاتھ لگے تو اس قاعدہ پر تمہیں بھی اس عورت پر کیا ہوا خرچ۔ اس عورت کے کافر شوہر کو واپس کرنا پڑے گا۔ تو ایسے موقعہ پر وہ مال جو تم کو دینا ہے متنو عنہ کافر عورت کے شوہر کو نہ دو بلکہ اسی مسلمان کو دیدو۔

تورات

محترم بشیر احمد سوی جالندھری مقیم راولپنڈی

تورات کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ خیال قرآن کریم سے صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تورات حضرت موسیٰ پر نازل کی گئی تھی۔ قرآن مجید میں چند آسمانی کتابوں کے نام موجود ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ کتابیں کن پر نازل ہوئیں۔ قرآن مجید کے متعلق آیا ہے۔ انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا (۲۳/۷۶) "اے محمد تحقیق ہم نے تم پر قرآن نازل فرمایا"۔ انجیل کے متعلق ہے۔ وقفینا بعیسی ابن مریم واتیناہ الانجیل (۲۷/۵۷) "اور ہم نے رسولوں کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل دی"۔ زبور کے متعلق ہے۔ واتینا داؤد زبورا (۱۶۳/۴) "اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی"۔ قرآن مجید حضرت موسیٰ پر جس کتاب کے نزول کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے اسکو تورات کے نام سے کہیں یاد نہیں کیا۔ بلکہ اسکو کہیں الکتاب کہا، کہیں الفرقان کا نام دیا کہیں الضیاء، الذکر اور کہیں صحیفہ موسیٰ اور کتاب موسیٰ کے نام سے موسوم کیا۔ مثلاً

(۱) لقد اتینا موسی الکتاب والفرقان لعلکم تھتدون (۵۳/۲)

(۲) لقد اتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل (۸۷/۲)

(۳) ولقد اتینا موسی وھارون الفرقان وضیاء وذکرا للمتقین (۴۸/۲۱)

(۴) ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم وموسیٰ (۱۸/۸۷-۱۹)

(۵) ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ وابراھیم الذی وفی (۳۶/۵۳)

(۶) ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما ورحمۃ (۱۷/۱۱ و ۱۲/۴۶) وغیرھا

قرآن مجید جس کثرت سے حضرت موسیٰ کا ذکر کرتا ہے اور ان کے حالات بیان کرتا ہے اس کے پیش نظر ان کی کتاب کے نام کے متعلق یہ خاموشی حیرت میں ڈالتی ہے۔ اس حیرانی کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہمیں روایتہً ایک نام اس کتاب کا پہنچا جسے بلاتحقیق ہم نے رواج دیدیا۔ اب تحقیق کرنے پر حقیقت اس کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں جو نام اس کتاب کے لئے آئے ہیں یعنی الکتاب، الفرقان، الضیاء، الذکر وغیرہ۔ ان سے کوئی خاص آسمانی کتاب مراد نہیں یہ نام قرآن مجید میں ہر آسمانی کتاب کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ تاہم آیات محولہ بالا کی روشنی میں حضرت موسیٰ کی کتاب کو صحیفۂ موسیٰ یا کتاب موسیٰ کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔

تورات کے صحیفۂ آسمانی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ قرآن مجید میں جابجا تورات کو ہدایت، نور، رحمت وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ مثلاً۔ انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی ونور (۴۴/۵) "ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور تھا"۔ چونکہ تورات کو حضرت موسیٰؑ سے متعلق نہیں کہا گیا اس لئے سوال یہ ہے کہ تورات کس پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ تورات بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- (۱) وعندھم التورٰۃ فیھا حکم اللہ (۴۳/۵) "ان (بنی اسرائیل) کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے"۔

(۲) قل یا اھل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل (۶۸/۵) "تو کہدے کہ اے اہل کتاب تم کچھ بھی راہ پر نہیں جب تک تم تورات وانجیل پر قائم نہ ہو جاؤ"۔

(۳) مثل الذین حملوا التورٰۃ الخ (۵/۶۲) اور ولو انھم اقاموا التورٰۃ والانجیل (۶۶/۵) میں بنی اسرائیل کا ہی ذکر ہے۔ بنی اسرائیل ایک قوم ہے جس کے جدّ اعلیٰ حضرت اسرائیل (یعقوب) تھے۔ حضرت اسرائیل کا زمانہ قریباً ۲۲۰۰ سال قبل مسیح ہے اور بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ تھے (۶/۶۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ تورات جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تھی ایک ایسی کتاب ہے جو ۲۲۰۰ سال کی طویل مدت تک بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کرتی رہی۔ اس عرصہ میں بیشمار انبیاء بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰ بھی تھے ان سے پہلے بھی نبی آئے اور ان کے بعد بھی:-

ولقد اتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل واتینا عیسی ابن مریم البینٰت (۸۷/۲) "ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور عیسیٰ مریم کے بیٹے کو کھلے نشان دیئے۔"

انبیاء کے اس سلسلہ کے بعض کے نام قرآن مجید نے ہمیں بتا دیئے ہیں۔ یعنی حضرت یعقوبؑ اور یوسفؑ جو حضرت موسیٰ سے پہلے گذرے اور ہارونؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یونسؑ، الیاسؑ، الیسعؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ جو رسوائے حضرت ہارونؑ کے جو حضرت موسیٰ کے ہمعصر تھے) حضرت موسیٰ کے بعد تشریف لائے۔ اولاد ابراہیمؑ پر ہدایت و سعادت کے فیضان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سورۂ انعام میں فرماتا ہے۔

ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب کلا ھدینا ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذلک نجزی المحسنین ه وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین ه واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضلنا علی العالمین ه اولئک الذین اٰتینٰھم الکتاب والحکم والنبوۃ اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا ان ھو الا ذکری للعلمین ه (۸۴/۶-۹۰)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور اسحاق کا بیٹا یعقوب دیا۔ ہم نے ان سب کو راہ راست دکھائی اور ابراہیم سے پہلے نوح کو دکھا چکے ہیں اور ابراہیم کی نسل میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون کو بھی (سیدھی) راہ دکھائی۔ ہم اسی طرح نیک کرداروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس کو اکہ یہ سب صالح انسانوں میں کے تھے۔ اور نیز اسمٰعیل، الیسع، یونس، لوط کو۔ ان سب کو ہم نے دنیا والوں پر برتری دی تھی .... یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے راہ حق دکھائی۔ پس انہیں کی راہ کی تم بھی پیروی کرو۔ تم کہدو میں اس رہنمائی پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ یہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تمام دنیا کے لئے (اسکی فراموش کردہ تعلیم کی) یاددہانی ہے۔

ان آیات میں رشد و ہدایت کی ایک اہم حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے وہ یہ کہ ان انبیاء میں سے ہر ایک کو جو حضرت موسیٰ سے پہلے اور بعد میں آئے کتاب دی گئی تھی۔ یعنی ان میں سے ہر ایک معروف اصطلاح کے مطابق ایک صاحب کتاب نبی تھا۔ یہاں صاف الفاظ میں حضرت موسیٰ کے بعد آنیوالے دس نبیوں کا ذکر فرمایا کہ وہ صاحب کتاب نبی تھے۔ اس آیت میں الکتاب بصیغۂ واحد استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اس سے مراد کتب (بصیغۂ جمع) ہے۔ قرآن میں الکتاب کے اس طریق استعمال کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً وما کان ھذا القرآن ان یفتری ... وتفصیل الکتاب (۳۷/۱۰) سے مراد قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتب سابقہ ہے۔ اسی طرح وتؤمنون بالکتب کلہ (۱۱۸/۳) ای بالکتب المنزلۃ فوضع ذلک موضع الجمع اما لکونہ جنسا . . . او لکونہ فی الاصل مصدرا (امام راغب) یعنی کتاب سے مراد کتب سماوی سابقہ صیغۂ واحد در جمع کی جگہ استعمال ہوا ہے بوجہ اسم جنس ہونے کے یا بوجہ مصدر الاصل ہونے کے ۔ لہٰذا آیات محولہ بالا میں جن دس انبیاء کا (علاوہ حضرت موسیٰ کے) ذکر آیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک صاحب کتاب نبی تھا اور ہم کو بہ تحقیق معلوم ہے کہ ان دس کتابوں میں دو کتابیں زبور اور انجیل شامل ہیں۔ اور جہاں دو کتابیں ہو سکتی ہیں وہاں دو سے زیادہ کا بھی امکان ہے۔ مگر جب ہم سورہ بقرہ کی آیت ذیل پڑھتے ہیں تو اس امر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (۱۳۶/۲) "تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف نازل ہوا۔ اور اس پر جو ابراہیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب اور اسکی اولاد پر نازل ہوا۔ اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو ملا تھا اور وہ اس پر بھی، جو تمام (دوسرے) نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا تھا۔ ہم ان کے درمیان کسی میں بھی فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اسی (اللہ) کے مطیع ہیں۔"

یہی آیت انہیں الفاظ کے ساتھ سورہ آل عمران میں بھی آئی ہے (۸۴/۳) ان میں ما انزل

اور ما اُوتِیَ (کتابوں) پر ایمان لانے کی تاکید ہے۔ اس صفت میں تمام انبیاء یکساں تھے رسالت اور صاحب کتاب ہونے میں ان میں کوئی فرق نہ تھا۔ ایسا فرق کرنا ان کی نبوت و رسالت کا انکار ہے۔

انبیاء بنی اسرائیل پر ہی موقوف نہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام بلا امتیاز رنگ و نسل ایک ہی برادری کے افراد تھے (۲۳:۵۲) اور ایک ہی چشمہ فیض سے سیراب تھے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیغام ہدایت اور ضابطۂ حیات کو بذریعہ وحی پاکر انسانوں کو پہنچاتے تھے۔ یہی وحی ان کی کتاب تھی۔ جسے ما انزل، یا ما اوتی کہا گیا ہے۔ ہر نبی کی نبوت اور اسکی کتاب پر ایمان لانا فرض ہے اس عمومیت میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا۔

انبیاء میں فضیلت ایک کو دوسرے پر ان اتفاقات و حالات کے اعتبار سے ہے جن سے ان کو قوموں کی اصلاح اور رہنمائی کے فرائض کی ادائیگی میں دوچار ہونا پڑتا۔ نبوت اور لوازمِ نبوت کے لحاظ سے سب یکساں لیکن چند خارجی حالات اور اتفاقات کے لحاظ سے متفاوت مدارج پر (۲:۲۵۳) یہاں مزید وضاحت کے لئے چند قرآنی آیات کو نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) تنہا عقل انسانی ہدایت کے لئے کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قانونِ ہدایت دینے کا ذمہ خود لیا ہے اور فرمایا ان علینا للھدیٰ (۹۲:۱۲) چنانچہ انسانی حیات اجتماعیہ کے آغاز میں ہی فرما دیا کہ قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۲:۳۸)

(۲) یہ ہدایت انبیاء اور رسولوں کی وساطت سے ملی۔ فرمایا۔ یٰبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیٰتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۷:۳۵)

(۳) اس ہدایت کو بندوں تک پہنچانے کے لئے مشیت خداوندی انسانوں میں سے خاص برگزیدہ ذات کا انتخاب کرتی رہی جس کو نبی یا رسول کہتے ہیں اس انتخاب میں اس ذات کے کسب و ہنر کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یعنی نبوت یا رسالت وہبی چیز ہے نہ کہ اکتسابی اور نہ ہی وہ کسی دوسرے شخص کے اتباع سے ملتی ہے فرمایا۔ اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا ومن الناس ان اللہ سمیع بصیر (۲۲:۷۵)

(۴) اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو انسانوں کی ہدایت کے لئے قوانین وحی کے ذریعہ سے عطا کئے یہ وہ وحی ہے جو انبیاء و رسل کے ساتھ مخصوص ہے۔ فرمایا۔ وجعلنٰھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرٰت واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عٰبدین (۲۱:۷۳)

(۵) تمام انبیاء و رسل کی وحی ایک ہی قسم کی تھی۔ ہم پایہ اور ہم مرتبہ کسی نبی کی وحی میں دوسرے کی وحی سے سر مو فرق نہ تھا۔ فرمایا۔ انّا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہ و اوحینا الیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھارون وسلیمٰن واٰتینا داؤد زبورا ورسلا قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک وکلم اللہ موسیٰ تکلیما (۴:۱۶۳-۱۶۴)

(۶) انبیاء کی وحی ہی قانون ہدایت اور کتاب دین ہے۔ اسی کا نام تنزیل، ما اوتی، ما انزل ہے۔ تمام انبیاء کو بذریعہ وحی انسانی ضرورت کے مطابق کتابیں دی گئیں۔ کوئی نبی بغیر کتاب کے نہیں آیا۔ فرمایا۔ وکذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان (۴۲:۵۲) وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بالبینٰت والزبر وانزلنا الیک الذکر (۱۶:۴۳-۴۴) کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتٰب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (۲:۲۱۳)۔ اس آیت (۲:۲۱۳) میں معھم کا لفظ قابل غور ہے۔ یعنی ان سب انبیاء و رسل کے ساتھ کتاب۔ کوئی رسول اور کوئی نبی بغیر کتاب کے نہیں آیا۔ لہٰذا نبی یا رسول کا بلا کتاب کا تصور یکسر غیر قرآنی ہے۔ تشریعی اور غیر تشریعی کی تفریق بھی غیر قرآنی ہے۔ اور وحی کی اصلیت سے بیگانگی۔

(۷) نبی اور رسول دونوں صاحب کتاب ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ کہ نبی بلا کتاب آتے ہیں غیر قرآنی ہے۔ آیت محولا بالا (۲:۲۱۳) میں النبیین کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دوسری آیت میں لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتٰب (۵۷:۲۵) میں رسول کا لفظ آیا ہے۔ نبی اور رسول قرآنی اصطلاحات ہیں اللہ تعالیٰ سے وحی پانے والے انسانوں پر جب ان کا اطلاق ہوتا ہے تو نبی اور رسول ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ وحی پانے والا بشر ایک لحاظ سے نبی ہے (کہ اللہ سے وحی پاتا ہے) اور دوسرے لحاظ سے رسول ہوتا ہے (کیونکہ وہ اس وحی کو انسانوں تک پہنچاتا اور نافذ کرتا ہے۔)

(۸) چونکہ خصائص و لوازمات نبوت و رسالت میں تمام انبیاء اور رسول برابر ہیں لہٰذا ان پر ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ ہر نبی اور رسول کو صاحب کتاب تسلیم کیا جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کو صاحب کتاب، اور کسی کو بلا کتاب مانا جائے۔ قرآن مجید نے تمام انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان لانا ایک مومن کی صفت ایمان کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ فرمایا۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ لا نفرق بین احد من رسلہ (۲:۲۸۵) جس طرح ہر نبی کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔ اسی طرح اسکی کتاب پر بھی ایمان فرض ہے کسی قسم کی تفریق ایمان میں خلل ڈال دے گی۔

(۹) ہر نبی خود بھی اپنی وحی (کتاب) کی اطاعت اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اتبع ما اوحی الیک (۶:۱۰۶) اور بحیثیت رسول اپنے متبعین سے بھی اسی کتاب پر عمل کراتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ اس نبی پر منزلہ کتاب کو پڑھتے پڑھاتے اور اس پر عمل کرتے ہیں فرمایا۔ ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتٰب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولٰکن کونوا ربٰنیین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون (۳:۷۹)

اس اصل الاصول کی تشریح کے بعد کہ ہر نبی صاحب کتاب ہوتا ہے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ بنی اسرائیل کا ہر ایک نبی صاحب کتاب تھا۔ چونکہ حضرت موسیٰ کے بعد پے درپے انبیاء آئے ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل (۲:۸۷)۔ اسلئے بنی اسرائیل کیلئے پے در پے کتابیں نازل ہوئیں اور یہ نا گزیر ہی ہونا چاہیے تھا۔ ان انبیاء کا زمانہ ایک طویل زمانہ ہے حضرت موسیٰ کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ تک تقریباً سولہ سو سال کی طویل مدت میں بنی اسرائیل کو کئی دور سے گذرنا پڑا جہاں قدم قدم پر آسمانی ہدایت کی ضرورت تھی۔ دشت کی آوارگی قوانین کی نافرمانی۔ فساد فی الارض۔ قید و جلاوطنی۔ یروشلم کی تباہی ان کے نامۂ اعمال کے سیاہ داغ ہیں۔ حضرت موسیٰ کو جو کتاب ملی تھی وہ اس دراز مدت کے پر آشوب حالات میں کیا رہنمائی کر سکتی تھی۔ قرآن مجید کا رخ اس طرف ہے کہ حضرت موسیٰ کو جو احکام ملے تھے وہ مختصر تھے وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلا لکل شیء (۷:۱۴۵)

(ہم نے اس کے لئے تختیوں پر ہر شے کی نصیحت اور ہر شے کا مفصل بیان) ان چند تختیوں کو جن پر احکام کندہ تھے حضرت موسیٰ آسانی سے اٹھا سکتے تھے (ولما رجع موسیٰ الیٰ قومہ ۔ ۔ ۔ القی الالواح (۷:۱۵۰)) ان میں چند اوامر و نواہی ہوں گے جو مصری رائج الوقت خط ہیروغلافی میں جس کو حضرت موسیٰ جانتے تھے لکھے گئے ہوں گے۔ ایسی قوم کو جو مصریوں کی غلامی سے ابھی ابھی نکلی تھی جس کی پہلی تربیت گاہ دشت تیہ کی سرگردانی تھی (۵:۲۶) اور جس نے حضرت موسیٰ کے بعد بھی چند پشتیں جزیرہ نمائے سینا میں بدوی طریقے سے بسر کی تھیں۔ تمدن و حضارت کے کتنے احکام کی ضرورت تھی؟ اس ابتدائی دور کے بعد قوم جنگ و جدل کے آتشیں امتحان سے گذر کر ملک شام کی سرسبز و شاداب سرزمین کی وارث بنی اور منازل حیات طے کرنے لگی۔ ان بدلتے حالات میں اسکو سماوی رشد و ہدایت کی ضرورت تھی جو حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے انبیاء کے ذریعہ ملتی رہی۔ قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں۔ وہ تمام انبیاء کے نام و ان کے احوال بیان نہیں کرتا (۴:۱۶۴، ۴۰:۷۸) پھر بھی اس میں حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے انبیاء کے متعلق اشارات ملتے ہیں جن کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو ان کے طویل سفر حیات میں اوامر و نواہی۔ ان میں ردوبدل تنذیر و تبشیر اور پیش گوئیوں کے ذریعہ آنے والے واقعات کی خبریں ملیں۔

بنی اسرائیل کے انبیاء ایک مخصوص قوم اور ایک خاص خطۂ زمین سے تعلق رکھتے تھے۔ قومیں اپنے آبا و اجداد کے باقیات صالحات کو تبرک سمجھ کر انکی مقدور بھر حفاظت کرتی ہیں۔ یہی صورت اس قوم کی تھی۔ بنی اسرائیل نے اپنے نبیوں کی تعلیم اور ان کے صحیفوں کو گراں بہا قومی وراثت سمجھا اور ان کتب کو ایک مجموعہ کی صورت دیتے رہے۔ اس مجموعۂ کتب کا نام تورات ہوا۔

موجودہ تورات جسے عیسائی عہد نامہ عتیق کہتے ہیں اور یہودی تورات کے نام سے یاد کرتے ہیں صرف صحف موسیٰ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ان تمام کتب کا مجموعہ ہے جو حضرت موسیٰ سے حضرت مسیح تک کل انبیاء کو ملیں۔ موجودہ تورات میں ۳۹ چھوٹے چھوٹے صحیفے ہیں ہر ایک صحیفہ اس نبی کے نام سے موسوم ہے جس پر وہ نازل ہوا۔ ممکن ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفوں

کی تعداد (جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے) اس تعداد سے زیادہ ہو اور ان حوادث کی نذر ہو چکے ہوں جن سے بنی اسرائیل کو سابقہ پڑا۔ لیکن جس حقیقت کی چہرہ کشائی موجودہ تورات سے ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر کتابیں نازل ہوئیں اور وہ کتابیں تورات کا جزو بنتی گئیں ہم کو اس سے بحث نہیں کہ تورات کی مشمولہ کتب اصلی ہیں یا وضعی۔ نہ ہمیں اس سے بحث ہے کہ تورات میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ یا کیا الحاقات و تحریفات ان میں در آئیں۔ ہم جس حقیقت کو پیش کرنا چاہتے ہیں وہ موجودہ تورات کی ہیئت کذائی ہے جس سے قرآن کے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے ہر ایک نبی کو کتاب عطا ہوئی۔ ایک طرف تاریخی حقیقت ہے دوسری طرف قرآنی شہادت۔

یہودیوں کے ہاں تورات کا اطلاق ان تمام مقدس صحیفوں پر ہوتا ہے جو ان کے انبیائے متعلق ہیں۔ ان میں زبور بھی شامل ہے مگر انجیل شامل نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے نزدیک زبور کے علاوہ انجیل بھی تورات کا ایک جزو ہے[1]۔ غالباً قرآن مجید کی اس آیت کا یہی مطلب ہے جس میں تورات کے بعد قرآن کا نزول بتایا گیا ہے۔ لقد آتینا بنی اسرائیل الکتاب والحکم والنبوۃ.... ثم جعلنٰک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا (۴۵-۱۶-۱۸) (اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی...... اور پھر (تورات کے بعد) ہم نے دین کے معاملہ میں تم کو اے محمد ایک ضابطہ (قانون دیا)

یہودیوں میں تورات کو بڑا تقدس حاصل ہے۔ وہ اس میں کسی تحریف، الحاق یا رد و بدل کے قائل نہیں۔ مگر قرآن مجید یہودی علماء و مشائخ کو لفظی اور معنوی تحریف کا مجرم گردانتا ہے اس کی ایک معقول وجہ یہ ہے کہ موجودہ تورات بنی اسرائیل کے انبیاء کی اصلی زبان میں موجود نہیں تورات کے ابتدائی دور کے انبیاء کی زبان عبرانی اور آخری دور کے انبیاء کی زبان مخلوط آرامی عبرانی تھی جو مردہ ہو چکی ہیں۔ اور تورات کا کوئی اصلی نسخہ ان پرانی زبانوں میں کہیں موجود نہیں محترم پرویز صاحب نے جو تحقیق اپنی کتاب "معراج انسانیت" کے باب اوّل "ظہر الفساد" میں اس کتاب کے متعلق لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبرانی نسخے جو آجکل مروج ہیں وہ اصلی عبرانی نسخوں کی نقل نہیں پھر ان جدید عبرانی نسخوں اور ان کے مختلف زبانوں کے ترجموں میں بھی اختلافات ہیں یہاں تک کہ پہلی اڈیشن (جو دوسری صدی عیسوی کی ہے) اور تیسری اڈیشن کے نسخوں میں بارہ ہزار جگہ اختلاف کیا گیا ہے۔ تورات کے قاری کو اس کتاب کے مطالعہ سے یہ یقین حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ رہا ہے کیونکہ تورات میں انبیاء کے کلام کے علاوہ تاریخی روایات اور حکایات مخلوط ملتی ہیں۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب میں اس قدر تحریف اور الحاق کے باوجود انبیاء کی تعلیم کے نشانات بھی ملتے ہیں جیسے ایک سنگ ریزے میں سونے کے ذرے چمکتے ہیں۔ جس طرح سونے سے کھوٹ الگ ہو سکتا ہے اسی طرح انبیاء کی تعلیم کا جس قدر حصہ ہے اس کا کھوج لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے یہی کام کیا ہے۔ کتاب، حکم اور نبوت کے متعلق جو قرآنی تعلیم اوپر مذکور ہو چکی ہے اسکی تائید تورات میں ایک تاریخی حقیقت بن کر سامنے آموجود ہوتی ہے۔ انبیاء کی بعثت، خدا کا کلام انکے منہ میں ڈالنا۔ اس کلام کو سننے اور اس کے ماننے کی تاکید اور اس کے متعلق مواثیق، اور نبی آخر الزماں کے متعلق بشارتیں اور پیش گوئیاں۔ اس پر ایمان لانے کا عہد۔ یہ وہ امور ہیں جن کی تائید تورات سے کیا بحیثیت کتاب سماوی اور کیا بحیثیت کتاب تاریخ ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے جو دعوت یہودیوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے قبول کرنے کی دی ہے اس میں ان کو تورات کے ایسے حصوں پر عمل کرنے کی دعوت ہے۔

اس جگہ سورۂ مائدہ کی آیت ۴۴ کی تشریح ضروری ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتٰب اللہ وکانوا علیہ شھداء فلا تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون (۵-۴۴)

چونکہ عام خیال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ پر تورات نازل ہوئی تھی اس لئے اس آیت کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں جو نبی آئے ان کو حکم تھا کہ وہ تورات کی پیروی کریں اور اسی کے مطابق حکم دیں۔ یعنی وہ نبی موسوی شریعت کے تابع تھے وہ تابعی نبی تھے اور خود صاحب کتاب نہ تھے۔ اس سے جو غلط عقیدے پیدا ہوئے وہ یہ ہیں (۱) نبیوں میں تشریعی اور غیر تشریعی کا فرق اور تقسیم یعنی صاحب شریعت نبی جو شریعت کے ساتھ آئے (مثلاً حضرت موسیٰ) اور غیر تشریعی نبی جنھیں نئی شریعت نہیں دی گئی (مثلاً حضرت موسیٰ کے بعد فوج در فوج آنے والے نبی) بلکہ وہ سابقہ شریعت کی پیروی پر مامور تھے (۲) وحی کی حقیقت میں تفریق۔ بعض نبیوں کی وحی اعلیٰ درجہ کی اور بعض کی فروتر (۳) کتب میں فرق۔ بعض شریعت کی حامل اور بعض میں صرف بشارتیں اور نتیجتاً چار انبیاء، اور کتب میں تفریق ہم ان امور پر قرآنی تعلیم تفصیل سے بیان کر آئے ہیں۔ یہاں اعادہ تحصیل حاصل ہے۔ اس آیت کا ترجمہ بیان کرنا کافی ہوگا۔ لیکن اس سے پہلے ایک مختصر تمہید ضروری ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفوں کا نام تورات ہے۔ ہر ایک صحیفہ باوجود جزو ہونے کے تورات ہے اسی طرح جس طرح قرآن مجید کے کامل نزول سے پہلے اس کی ہر آیت اور ہر صورت کو الکتاب اور قرآن کہا گیا ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل اگر قانون موسوی یا مواثیق موسوی کی پابندی کا حکم دیتے تھے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ موسوی قانون کے تابع تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ اور نبی اس دین کو قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلعم بھی اسی دین کے داعی تھے۔ ملۃ ابیکم ابراھیم (۲۲-۷۸)، یعنی حضرت موسیٰ سے بھی پہلے کا دین۔ قرآن صحف و کتب سابقہ کا خلاصہ ہے۔ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (۹۸-۲،۳)

قرآن مجید یہودیوں کو تورات کے اور نصاریٰ کو انجیل قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے کیونکہ ان کتب کو قائم کرنے سے قرآن پر اور رسالت محمدیہ پر ایمان لانا لازم ہو جاتا ہے یاد رکھنے کی یہ بات ہے کہ ہر نبی براہ راست اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ کسی انسان کے تابع نہیں ہوتا ہے۔ وہ اپنی وحی پر ایمان رکھتا ہے۔ اسی کی پیروی کرتا ہے اور اسی کی پیروی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔

آیت مذکورہ میں انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا کے معنی یہ ہوئے۔ بتحقیق ہم نے تورات کے مشمولہ صحیفے نازل فرمائے۔ ان میں ہدایت اور نور تھا (بنی اسرائیل کے) نبی اپنے اپنے صحیفے کے مطابق یہودیوں کے فیصلے کرتے تھے۔ اور یہودیوں کے علماء اور مشائخ اپنے اپنے وقت کے نبی کے صحیفے کو دستور العمل بنا کر اسکی عملاً حفاظت کرتے تھے۔

اس آیت کا سیاق و سباق ملحوظ رکھا جائے تو مطلب سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مفسرین اور شارحین جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ پر تورات نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد آنے والے نبی اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے تو وہ ایسی بات کہتے ہیں جس کا آیت ماقبل اور مابعد سے کوئی ربط یا تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ اس آیت (۵-۴۴) کے آخری حصے (ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون) کا پہلے حصہ سے بھی تعلق نہیں رہتا۔ آیت (۵-۴۳) میں سوال یہ اٹھایا گیا تھا کہ کیوں اے محمد یہ یہود تجھ پر ایمان لانے لگے جب کہ ان کا کتب انبیاء پر ایمان ہی نہیں۔ اب ایک پورے رکوع (آیات ۴۴ تا ۵۰) میں ما انزل اللہ پر ایمان لانے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

سورۂ مائدہ کا بیشتر حصہ یہودیوں اور عیسائیوں کی گمراہیوں کے متعلق ہے۔ اسمیں بڑی وجہ ان کی گمراہی کی یہ بتائی گئی ہے کہ انھوں نے نبیوں کے نوشتوں اور میثاق کے مطابق ما انزل اللہ پر ایمان لانا ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ آیت ۱۲ میں اس میثاق کو یاد دلایا گیا ہے۔ ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم الخ (اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا...... اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر...... میرے رسب اصولوں پر

---

[1] یعنی جب تورات تمام انبیائے بنی اسرائیل کی کتابوں کا مجموعہ قرار پائے گی تو اس میں حضرت عیسیٰ بھی شامل ہو جائیں گے۔ اور انجیل کا ذکر قرآن میں الگ موجود ہے۔ (طلوع اسلام) [2] ثم سے یہ مراد نہیں کہ اسکے فوری بعد قرآن آ گیا (طلوع اسلام)

ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرو گے ...... تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص بھی اس کے بعد کفر کریگا تو وہ بیشک راہ راست سے دور جا پڑا) مگر یہودیوں نے اس عہد کو توڑ دیا۔ کتب میں تحریف کی اور انبیاء کے متعلق بالخصوص آنحضرتؐ کی بعثت کے متعلق پیشگوئیوں اور مواثیق کو بھلا دیا (۵/۱۳) آیت ۱۹ میں بعثت محمدیہ کا ذکر ہے جو اپنے نبیوں کی بشارتوں کو پورا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تاکہ تم اے یہودیو! یوں نہ کہو کہ کوئی نذیر و بشیر ہمارا مصدق ہو نہیں آیا۔ مگر یہود نے روگردانی کی یہاں تک کہ انتظامی معاملات میں مفاد عامہ کی خاطر بھی آنحضرتؐ کو حکم ماننے سے انکار کر دیا (۵/۴۳)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذٰلک وما اولٰئک بالمؤمنین (۵/۴۳)

اور وہ تجھے (اے محمد) حکم کیوں (کیسے) ماننے لگے۔ جب کہ وہ ان صحائف انبیاء (تورات) سے بھی روگرداں ہیں جن میں (رسولوں پر ایمان لانے اور تجھے حکم بنانے کے متعلق) اللہ کا حکم ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ، ان کا تورات کی نوشتوں پر ایمان ہی نہیں ورنہ اگر ان کا ایمان ان پر ہوتا تو وہ ضرور تجھے حکم مان لیتے۔)

اس کے بعد رکوع سات پورے کا پورا ما انزل اللہ پر ایمان لانے کی اہمیت پر بحث بتایا گیا ہے کہ کس طرح یہ اصول کہ اپنے زمانے کے نبیوں کے ما انزل اللہ پر ایمان لایا جائے پہلے نبیوں اور امتوں کا معمول بنا رہا ہے۔ چنانچہ یہودیوں اور نصاریٰ کی کتب کو بطور نظیر پیش کیا گیا ہے:-

انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتٰب اللہ وکانوا علیہ شھداء فلا تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا باٰیٰتی ثمنا قلیلا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون (۵/۴۴)

تحقیق ہم نے تورات (کے صحیفے) نازل فرمائے۔ ان میں ہدایت اور روشنی تھی خدا کے نبی جو احکام الٰہی کے فرمانبردار[1] تھے وہ (اپنے اپنے) صحیفوں کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے اور ربّی اور احبار بھی اسی قاعدے پر کاربند تھے) اور اس کے (حکموں اور سچائیوں پر) گواہ تھے پس (اے گروہ یہود اس زمانے کے ما انزل اللہ کے قبول کرنے میں) انسانوں سے نہ ڈرو۔ اور میری آیتوں کو (دنیوی فائدے کے سستے داموں) فروخت نہ کرو۔ (یاد رکھو کہ جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی کتاب (جو اس زمانہ کا ما انزل اللہ ہے) کے مطابق حکم نہ دیں (اور گویا اس کے حکم کو نہ مانیں) تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

اس کے بعد آیات کا خلاصہ یہ ہے

آیت ۴۵ میں قوانین الٰہی کے بدلنے کی ضرورت کا اصول تورات کے ایک حکم کی مثال دیکر سمجھایا گیا ہے۔ تورات کے قانون جروح وقصاص (برابر سرابر بدلہ لینا) جروح ۲۱/۲۴ اور احبار ۲۴/۱۹-۲۰ میں قرآن نے معافی کی صورت کا اضافہ کر دیا۔ فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ (نیز قرآن ۲/۱۷۸ اور ۴۲/۴۰) اور آیت کے آخر میں ما انزل اللہ کے مطابق حکم کرنے کی تاکید آیات ۴۶ — ۵۰ میں اسی قاعدے کے مطابق ایک ہے ما انزل اللہ (انجیل) کے نزول کا اور اس کے مطابق نصاریٰ کو حکم کرنے کی تاکید ہے اور پھر ایک انتہائے اور آخری

ما انزل اللہ (قرآن) کے نزول کا ذکر ہے پہلے صحیفوں کے قاعدے اور ان کی پیش گوئیاں اس آخری صحیفے پر سچی ٹھہرتی ہیں۔ وہ اب ان پہلے صحیفوں کا نگہبان ہے۔ اب یہ صحیفہ (قرآن) معرفا اصل ہے اس سے پہلے کا زمانہ جاہلیت کے حکم میں ہے۔ اب اسی کے مطابق حکم ہوگا (جیسا کہ آیت ۴۴ میں پہلے بیان ہو چکا ہے)

غرض تورات کو مجموعہ صحف بنی اسرائیل ماننے میں قرآن مجید کا عام اصول کہ ہر ایک صاحب کتاب تھا نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ اس اصول کی اس سے تائید مزید ہوتی ہے۔

قادیانی حضرات کے نزدیک یہ عقیدہ کہ انبیاء میں تشریعی اور غیر تشریعی نبی کا فرق کیا جائے ضروری ہے کیونکہ اس سے ان کے مذہب کی بنیاد راسخ ہوتی ہے۔ مگر جو تشریح انبیاء اور کتب کی ہم نے کی ہے اسکی تائید ان کی لٹریچر سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ انبیاء کے متعلق قادیانی عقیدہ بتدریج اب یہ بن گیا ہے:-

(۱) پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب کوئی نبی آجائے تو پہلے نبی کا علم بھی اسی کے ذریعے ملتا ہے۔ یوں اپنے طور پر نہیں مل سکتا۔ اور ہر بعد میں آنے والا نبی پہلے نبی کے لئے بمنزلہ سوراخ کے ہوتا ہے۔ پہلے نبی کے آگے دیوار کھینچ دی جاتی ہے اور کچھ نظر نہیں آتا سوائے آنے والے نبی کے ذریعہ دیکھنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا...... اور کوئی نبی نہیں سوائے اس نبی کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء منقول از معراج انسانیت)

(۲) انبیاء اس لئے آتے ہیں تاکہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لا دیں (مکتوب احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم ص ۳۲)

ان اقوال کی روشنی میں آیت ۵/۴۴ پر غور فرمائیے۔ کیا بنی اسرائیل کا ہر نبی اپنے پہلے نبیوں کے لئے بمنزلہ دیوار تھا اور اسکے صحیفے کے سوا کوئی اور صحیفہ تھا؟

نبی اور اس کی کتاب میں جو باہم تعلق ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ملاحظہ ہو۔

(۱) جو شخص نبوت کا دعوٰی کرے گا اس دعوے میں ضرور ہے کہ وہ ایک امت بنائے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۳۹)

(۲) اور نبی کی کتاب یہی ہوتی ہے کہ ما انزل کو جمع کر لیا جائے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام سب انبیاء کے مظہر اور بروز ہیں تو ان کا ما انزل الیہ من ربہ بہ برکت حضرت محمد و قرآن شریف اس قدر زیادہ ہے کہ کسی نبی کے ما انزل الیہ سے کم نہیں بلکہ اکثر سے زیادہ ہوگا۔ فالحمد۔ اور حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک لحاظ سے صاحب کتاب بھی ہونا ثابت ہو گیا (الفضل قادیان مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۱۹ء بحوالہ معراج انسانیت ص ۹۰)

شریعت کیا ہے اور صاحب شریعت نبی کون ہوتا ہے؟ اس کے متعلق بھی سن لیجئے۔

"یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا...... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی...... اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو...... تمام انسانوں کے لئے اسکو معیار نجات ٹھہرایا" (اربعین ۴ ص ۶ بحوالہ معراج انسانیت ص ۹۰)

---

[1] ایک قادیانی مجلہ کے ایڈیٹر نے اپنے فرقہ وارانہ عقائد کے لئے اس آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے آیت کے اس ٹکڑے (النبیون الذین اسلموا) کا ترجمہ اور تشریح کرنے میں عام مسلمہ اصولوں سے اس حد تک تجاوز کیا ہے کہ اس کا ذکر کرنا ناگزیر ہو گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "وہ نبی...... جو تورات کے تابع تھے" اور تشریح یہ ہے "اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تورات کے بعد کچھ ایسے نبی آتے تھے جو نئی شریعت نہ لاتے تھے۔ بلکہ وہ تورات کو ہی نافذ کرنے پر مامور تھے۔ النبیون الذین اسلموا کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ وہ تورات کے تابع نبی تھے۔ ورنہ الذین اسلموا کا ذکر بالکل بے ضرورت نظر آتا ہے کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں ہو سکتا جو فرمانبردار نہ ہو۔" مشہور ہے کہ صاحب غرض دیوانہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایڈیٹر مذکور نے اپنی مطلب براری کی دیوانگی میں اس ترجمہ پر بھی اعتراض کیا ہے جو قادیانیوں کے مستند (authorised) انگریزی ترجمہ قرآن میں ہے۔ یہ ترجمہ قرآن زیر سرپرستی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے شائع کیا ہے۔ الذین اسلموا کا ترجمہ اس میں یہ ہے prophets who were obedient (to Allah) (یعنی انبیاء جو ہمارے خدا کے فرمانبردار تھے) ایڈیٹر مذکور کی انبیاء کے متعلق ایسے الفاظ کا استعمال کرنے پر حیرت کی وجہ قرآن سے ناواقفیت ہی ہو سکتی ہے یا تجاہل عارفانہ۔ کیونکہ قرآن میں تو بار بار انبیاء کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہونے کی صفت آئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اسلمت ۲/۱۳۱ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے متعلق اسلما ۳۷/۱۰۳ انبیاء اولاد ابراہیم کے لئے ونحن لہ مسلمون ۲/۱۳۳ آنحضرت صلعم کے متعلق اسلمت ۳/۲۰ فانا اول المسلمین وغیرھا۔

یہ قادیانی اقوال جو اوپر نقل ہوئے خود قادیانیوں کے اس عقیدہ کے بھی خلاف جاتے ہیں کہ کوئی نبی کسی پہلے نبی کا جز یا ظل یا امتی یا تابع بھی ہوتا ہے۔ ان کی رو سے ہر نبی مستقل نہیں ہوتا ہے اور اس قسم کے نبی ان کے عقیدہ کے مطابق) میرزا صاحب بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ حضرات "غیر تشریعی" کے عقیدہ کی بھی رٹ لگاتے رہتے ہیں جو قرآن کی تعلیم کے یکسر خلاف ہیں۔

---

(۲) محترم خواجہ عباد اللہ اختر صاحب (جہلم)

(تورات کے متعلق، محترم خواجہ عباد اللہ صاحب اختر کی تحقیق حسب ذیل ہے۔ (طلوع اسلام)

"تورات کے معنی ہیں قانون (canon) قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ تورات صرف وہ کتاب ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی لیکن اتنا ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ کا اطلاق اس کتاب پر ہوتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کے بعد اور حضرت عیسیٰؑ کے پہلے نازل ہوئی' اس لئے اسکے نزول کا آغاز حضرت موسیٰؑ سے ہوا۔ اور تکمیل جیسا کہ آگے چل کر بیان کروں گا اسیری بابل سے بہت عرصہ پیشتر ہوئی۔ ارشاد قرآن ہے کہ

وقفینا علی اٰثارھم بعیسی ابن مریم .... من التوراۃ (۵/۴۶)

یاھل الکتٰب لم تحاجون فی ابراھیم .... افلا تعقلون (۳/۶۵)

"کل الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ" (۳/۹۳)

جس طرح قرآن "بائبل" کا مصدق ہے خود بائبل نہیں اسی طرح انجیل توراۃ کی مصدق ہے خود توراۃ نہیں مگر احکام توراۃ دونوں میں ہیں اور بغرض تصدیق بیان کئے گئے ہیں۔

"کتاب" یہی اصطلاح اہل کتاب کی ہے' اسی کا ترجمہ یونانی لفظ "biblia" بمعنی "کتاب" (بصیغہ جمع) ہے، لاطینی میں بھی لفظ "کتاب" (بصیغہ واحد) ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بائبل کتب کا مجموعہ ہے اور بحیثیت مجموعی کتاب ہے۔ "توراۃ" اسی کتاب کا ایک حصہ ہے جس میں کچھ تاریخی قصص اور کچھ اخلاقی نظمیں وغیرہ ہیں۔

توراۃ میں اسفار موسیٰ بالخصوص "المثانی" (Deuteronomy) اور صحف انبیاء کا وہ حصہ شامل ہے جو احکام شریعت کے بارہ میں ہے۔ قرآن میں زیادہ تر حوالہ المثانی کی آیات کا دیا گیا ہے۔ توراۃ کی بنیاد بھی یہی ہے اور یہ دس احکام (commandments) ہیں جو اصولی اور مستقل ہیں' ان میں سے سات مع حکم توحید انجیل (bible) اور قرآن (سبعًا من المثانی) میں لئے گئے ہیں۔

قرآن میں "یا اھل الکتٰب" کا خطاب صرف اہل بائبل یہود و نصاریٰ سے ہے جس میں تمام کتب بشمول انجیل شامل ہیں' توراۃ انہی کا ایک حصہ ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء پر نازل ہوتا رہا بائبل میں "شریعت اور انبیاء" (Laws & Prophets) لوقا (۱۶/۱۶) کا ایک ساتھ مذکور ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ شریعت کا مفہوم اہل کتاب شریعت موسوی ہی سمجھتے تھے ٹھیک اسی طرح جس طرح ہم مسلمان آجکل شریعت اسلامیہ قرآن اور احادیث و اجتہادات فقہا سمجھتے ہیں' اس میں بھی کچھ کلام نہیں کہ شریعت اسرائیلیہ کا اکثر و بیشتر حصہ ان احکام کا تھا جو اسفار موسیٰ میں مذکور ہیں۔ یہود ہر ایک حکم جو ان میں لکھا ہوا ہے مستقل ناقابل تغیر و تبدل یقین کرتے۔ لیکن مستقل اصولی احکام تو صرف دس ہیں' باقی سب فرعیہ ہیں۔ انبیاء بنی اسرائیل انہی فرعیہ احکام میں ترمیم و تنسیخ بہ تقاضائے حالات ذہنی و خارجی کرتے رہے' اسی طرح جس طرح قرآن تو مستقل کتاب اصول رہی ہے اس کے مطابق ہر ایک زمانہ کے ذہنی اور خارجی حالات کے مناسب آنحضرتؐ اور خلفائے راشدینؓ احکام وضع کرتے رہے جنکا مذکور احادیث میں ہے۔

چونکہ حالات ہمیشہ بدلتے ہیں اس لئے آنحضرتؐ کے وضع کردہ وقتی احکام میں خلفا بھی ترمیم کرتے رہے۔ جس طرح اسرائیل اسفار موسیٰ کے ہر ایک حکم کو دس اصولی احکام کے علاوہ بھی مستقل حیثیت دیتے رہے ہیں اسی طرح آج مسلمان بھی آنحضرتؐ اور خلفا بلکہ فقہا کے اجتہادات کو مستقل حیثیت دیتے ہیں۔ ہم نے اس موضوع پر مفصل بحث اپنی کتاب "اصول فقہ اسلامی" میں کی ہے جو ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور شائع کر چکا ہے۔

الغرض یہی احکام فرعیہ ہیں جن کو علماء یہود اصولی احکام کے برابر" مثلاً معہ "بلکہ بڑھ کر تسلیم کرتے رہے اور جو نبی ان میں کچھ ترمیم کرنا چاہتا اسکی مخالفت کرتے رہے' مسیحؑ فرماتے ہیں کہ "یہ انبیاء کے قاتلوں کی اولاد ہے وغیرہ" (متی ۲۳/۳۱)۔ قرآن میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے "یقتلون النبیین"۔

مثلاً ایک فرعی حکم سوختنی قربانی کا ہے جسکا مذکور اسفار موسیٰ (احبار ۱/۳) میں ہے۔ لیکن المثانی اور دس احکام موسوی میں اسکا ذکر نہیں اور انبیاء بنی اسرائیل مسلسل اسے ایک مذموم رسم قرار دیتے رہے۔ بلکہ عام حیوانی قربانی کو بھی منسوخ کیا

"کیا خدا کی آواز پر کان دھرنے اور اطاعت کرنے سے بڑھ کر سوختنی قربانی اور عام حیوانی قربانی خدا کی خوشنودی ہے، تحقیق اطاعت اور شکستہ دل سے بہتر قربانی اور مینڈھے کی چربی نہیں" (۱۔ سموئیل ۱۵/۲۲)

"اے خدا تو قربانی نہیں چاہتا اگر تو پسند فرماتا تو میں ضرور پیش کرتا، تو سوختنی قربانی سے خوش نہیں ہوتا۔ بہترین قربانی شکستہ دلی اور توبہ ہے" (زبور ۵۱/۱۶)

"خداوند خدا نے فرمایا کہ تمہاری قربانیوں کی کثرت کس کام کی ہے۔ میں سوختنی قربانی سے سیر ہو چکا۔ میں بہائم، بیلوں اور بھیڑوں اور بکریوں کے لہو اور چربی کا مطالبہ نہیں کرتا (الیسع ۱/۱۱)

"خداوند خدا نے فرمایا کہ جب میں ان کو مصر سے باہر لایا تو میں نے انکو سوختنی قربانی اور عام قربانی کا حکم نہیں دیا تھا ہم نے تو اتنا ہی حکم دیا تھا کہ میری آواز (وحی بذریعہ انبیاء) پر کان دھر کر اطاعت کرو (یرمیاہ ۷/۲۲)

"حقیقی قربانی صرف تقویٰ ہے" (زبور ۵۱/۱۷)

آیات اور بھی بہت ہیں' بلکہ المثانی (۱۰/۱۲) میں واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ تقویٰ کی قربانی پیش کرو۔ علاوہ ازیں زبور ۴۰/۶، ۵۰/۱۴، ۶۹/۳۱ میں تقویٰ ہی پر زور دیا گیا ہے۔ اور حکم برداری کو بہترین قربانی قرار دیا گیا ہے۔ امثال ۲۱/۳، ہوسیع ۶/۶، انجیل متی ۹/۱۳، ۱۲/۷ بلکہ حیوانی قربانی کے بارے میں ہے کہ اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ امثال ۱۵/۸، الیسع ۶۶/۳، یرمیاہ ۶/۲۰، عاموس ۵/۲۲، ملاکی ۱/۱۰، ۲/۱۳

ارشاد قرآن ہے کہ

الذین قالوا ان اللہ عھد الینا الا نؤمن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینٰت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صٰدقین ○ (۳/۱۸۳)

توراۃ کی آیات محولہ کی رو سے یہود کا دعویٰ قطعاً باطل ہے' توراۃ کے احکام فرعیہ اور بھی بہت ہیں جن کو اہل کتاب اکثر ترک کر چکے ہیں مگر ہمارے علمائے اسلام نے موضوعات کے زور سے انکو ابھی تک قائم رکھا ہے۔

تو تاریخی واقعات جو بائبل میں مذکور ہیں اس امر کی تائید میں ہیں کہ اسیری بابل سے بہت عرصہ پیشتر توراۃ کی تکمیل ہو چکی تھی۔ اسیری کا واقعہ ۵۸۶ء قبل مسیح کا ہے۔ حضرت داؤد کی نسل سے شاہ یہودیہ یوسیاہ (۶۲۱ء قبل مسیح) کے زمانہ میں مکمل نسخہ توراۃ ہیکل سلیمانی میں موجود تھا، (۲۔ سلاطین ۲۲/۸) یہودی مورخ یوسف (.... Josephus) لکھتا ہے کہ آخری مقدس نوشتہ آستیر کی کتاب ہے جو ملکہ اور زوجہ ایرانی بادشاہ خشیارشا (Xerxes) کی تھی یہ کتاب اس کے جانشین اردشیر (Artaxerxes) کے عہد (۴۶۵ء قبل مسیح) میں لکھی گئی۔ اصل تحقیق یہ ہے کہ توراۃ حضرت موسیٰؑ (۱۵۰۰ء قبل مسیح) سے ۶۰۰ء قبل مسیح تک مکمل ہوئی۔ بائبل کی تدوین کئی دفعہ ہوئی۔ غالباً اسیری بابل کے بعد عزرا نبی نے آخری دفعہ کی۔ عزرا کو یہود میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ (عزرا ۷/۱۰، نحمیاہ ۸/۲)

یہ حقیقت ذہن نشین کرنی چاہئے کہ عہد عتیق اور جدید کی اصطلاح پولوس کی وضع کردہ ہے اس نے اپنی ایک انجیل موضوعہ جو اس کے مکتوبات پر مشتمل ہے علی الرغم انجیل حواریاں (Evangelists) پیش کی اور کہا کہ جو میری پیش کردہ انجیل کے سوا کسی اور انجیل کو قبول کریگا ملعون ہے۔ نامہ بنام گلتیاں (۱/۸)۔ حواری مقدس یوحنا پولوس کو دجال جو مسیح کو بشر تسلیم نہیں کرتا۔ پولوس نے عہد عتیق کے احکام (توراۃ) منسوخ قرار دئے اور انکی جگہ احکام وضع کئے جن میں ہوا ایک تثلیث ہے۔ انجیل حسب روایت حواریین میں بھی تحریف کی گئی ہے تاکہ پولوسی عقائد کے مطابق ہو جائے۔

اسلام کی سرگزشت

گذشتہ اشاعتوں میں عرب کے قومی خصائص و امتیازات بیان کئے جا چکے ہیں نیز یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کی حیات عقلیہ کس قسم کی تھی آج کی فرصت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ حالات جن میں وہ بستے تھے ان کے اخلاقی اور اجتماعی کوائف پر کس طرح اثر انداز تھے حتیٰ کہ ان کی زبان بھی اس سے مکمل طور پر اثر پذیر تھی

جس قوم کے حالات و کوائف اس قسم کے ہوں۔ ایک طرف فقر و فاقہ ہو اور دوسری طرف لوٹ مار کی یہ گرم بازاری ہو کہ یہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہو راستے غیر محفوظ اور خطرناک ہوں جہاں ہر لحظہ دشمنوں کی لوٹ مار کا دھڑکا لگا رہتا ہو نہ کوئی قاعدہ ہو نہ کوئی قانون جس کی پیروی کی جاتی ہو ساتھ ہی کوئی حکومت موجود نہ ہو جو ظالم سے قصاص لے سکے اور راستوں کی حفاظت کر سکے تو کیا وہ اس کے لئے مجبور نہیں ہوں گے کہ شجاعت، وفا اور عفو و درگذر ان کے ہاں بڑے فضائل میں سے شمار ہونے لگیں۔ یہی کچھ تم ان کی عقلیت کے بارے میں کہہ سکتے ہو۔ انصاف و ظلم، خیر و شر، قابل مذمت اور قابل مدح ہونے کا فیصلہ اس کے تابع ہوتا تھا کہ قبائلی طور وہ کس چیز کے عادی ہیں۔ اور وہ جن چیزوں کے عادی ہوتے تھے وہ اپنی معیشت کے تقاضوں کے تابع ہی عادی ہوتے تھے۔

اس دور کی عربی زبان اور عربی لٹریچر کو دیکھو تو وہ بھی اس نوع کی زندگی کا ایک طبعی نتیجہ اور اس قسم کے معاشرہ کی ایک سچی تصویر نظر آئیگا۔ چنانچہ زبان کے الفاظ میں ــــ مثلاً ــــ انتہائی وسعت اور دقت و باریک بینی کو ملحوظ رکھا گیا ہوگا بشرطیکہ وہ الفاظ ان معانی سے تعلق رکھتے ہوں جو ایک بدوی معیشت میں ضروریات زندگی میں داخل ہوتے ہیں۔ اس قسم کے الفاظ تھوڑے ہی ہیں۔ لیکن ان الفاظ میں یہ دقت نظر ملحوظ نہیں رکھی گئی جن کے معانی کا تعلق ان چیزوں سے نہیں تھا جو ان کی ضروریات زندگی میں داخل ہوں چنانچہ اونٹ کو لیجئے جو بدوی زندگی کا ایک ستون ہے۔ یہ ان کی بہترین غذا، بہترین لباس اور بہترین سواری کا ذریعہ ہوتا ہے۔ صحرا میں عربوں کی زندگی قریب قریب محال اور ناممکن ہو جاتی اگر اونٹ کی مہربانیاں ان کو نصیب نہ ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان اونٹ کے متعلقات سے اس قدر مالا مال ہے کہ انھوں نے کوئی ایسی چھوٹی یا بڑی چیز چھوڑی نہیں ــــ جس کا کسی نہ کسی طرح اونٹ سے تعلق ہو سکتا ہے ــــ ہر چیز کیلئے انھوں نے لفظ یا الفاظ وضع کر چھوڑے ہیں۔ انھوں نے اونٹوں کے لئے الفاظ وضع کئے۔ ان کے حمل اور ولادت کے لئے الفاظ وضع کئے۔ اس کی عمروں کے لئے، دودھ دوہنے کے لئے۔ دودھ پلانے کے لئے، دودھ چھڑانے کے لئے، درازی اور خستگی میں خوشنمائی کے لئے، فربہی اور لاغری کیلئے آوازوں کے لئے، اون کے لئے، چارہ کیلئے، جگال کرنے کے لئے، چرانے کے لئے، اونٹوں کے بیٹھنے کے لئے، ان کے پیشابوں کے لئے، دُموں کی مختلف حرکات کیلئے، رفتار کی انواع و اقسام اور ریاضت کے لئے، کجاووں کے لئے کجاووں کے اندر کی چیزوں کے لئے، ان تمام چیزوں کیلئے جو اونٹوں پہ باندھی جاتی ہیں، اونٹوں کی ان رسیوں کے لئے جو ان کے پیروں میں باندھی جاتی ہیں، ان رسیوں کو کھولنے اور اتارنے کے لئے، اونٹوں کے نشانات کے لئے، ان کے عیوب کیلئے، ان کی خارش اور دوسری بیماریوں کے لئے، غرضیکہ ہر بات اور ہر چیز کیلئے انھوں نے الفاظ وضع کر چھوڑے ہیں۔ پھر انھوں نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ ایک چیز کیلئے انھوں نے ایک ہی لفظ وضع کیا ہو بلکہ باریک باریک فرقوں کے ساتھ انھوں نے ہر چیز کیلئے کئی کئی الفاظ وضع کر ڈالے ہیں۔ اب ذرا اونٹ سے ہٹ کر کشتی کی طرف آیئے تو اس ضمن میں تمہیں عربی زبان کا دامن نہایت ہی تنگ نظر آئیگا۔ جیسا کہ انھوں نے اونٹ کا حق ادا کیا ہے کشتی کا حق قطعاً ادا نہیں کیا۔ انھوں نے نہ کشتی کے تمام اجزاء کو بیان کیا ہے نہ کشتی کی مختلف اقسام کے لئے جداگانہ الفاظ وضع کئے ہیں۔ کچھ الفاظ ضرور موجود ہیں جن کا کشتی سے تعلق ہے لیکن ــــ ان کا مقابلہ اگر ان الفاظ سے کیا جائے جو اونٹ اور اس کے مختلف احوال سے متعلق ہیں تو ــــ ان کا تذکرہ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ بلکہ اگر تم ان الفاظ کی تلاش و جستجو سے کام لو جو کشتیوں اور ان کے متعلقات سے تعلق رکھتے ہیں تو ان میں زیادہ تر الفاظ ایسے ملیں گے جو عربی نہیں ہیں بلکہ کسی غیر عربی لفظ کو عربی بنا لیا گیا ہے۔ جیسے سَنِیّا بُجّۃ۔ بیماسیہ اور المجود وغیرہ۔ اور بلا شبہ ان میں سے زیادہ تر الفاظ ایسے ہیں جو عہد جاہلیت کے بعد وضع ہوئے ہیں۔

یہ ایک واضح مثال ہے۔ اس قسم کی اور بھی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ صحرائی زمین میں جو ٹیلے، پہاڑیاں، بلندیاں ہوتی ہیں اور ان میں جو کچھ گھاس، چارہ اور حشرات اور ہوام ہوتے ہیں، عربوں نے ان میں سے ہر چیز کی تعریف کی ہے اور ان کے لئے مختلف الفاظ بھی وضع کئے ہیں، سنگلاخ زمین، سخت زمین، ہموار زمین، وسیع زمین، نشیبی زمین، کوہانی شکل کی زمین، سنگریزوں والی زمین۔ زمین کے بلند ٹکڑے، وادیاں ان کی تمام اقسام کو انھوں نے شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور ان کیلئے لفظ یا متعدد الفاظ وضع کئے ہیں۔ لیکن دریاؤں اور سمندروں کے متعلق یا سمندری چیزوں مثلاً مچھلیوں، سیپیوں، موجوں، مختلف قسم کے پانیوں سے متعلق ان کی زبان کچھ سرمایہ دار نہیں ہے۔ اسی قسم کی اور بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس کی دلیل میں غالباً یہ کافی ہوگا کہ ابن سیدہ کی کوئی کتاب مثلاً مخصص۔ کو اٹھا لیجئے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک موضوع سے متعلق کلمات کو یک مقام پر جمع کر دیتا ہے ــــ اس کتاب کو سامنے رکھ کر صحت کے ساتھ تم موازنہ کر سکتے ہو۔ ابن سیدہ نے اونٹوں اور اونٹوں کے متعلقات پر کلام کرتے ہوئے بڑے سائز کے پورے ۲۷ صفحات کو گھیر لیا ہے۔ وہ الفاظ ان سے علیحدہ ہیں جو متفرق طور پہ ادھر ادھر پوری کتاب میں بکھرے پڑے ہیں۔ جبکہ کشتی اور متعلقات کشتی کے لئے اسی کتاب میں سات صفحات سے بھی کم آئے ہیں۔ بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ کتاب کے اگر ستر حصے کئے جائیں تو اونٹوں سے متعلق الفاظ پر پوری کتاب کا سترھواں حصہ مشتمل ہے۔ اگر تم یوں کہہ دو کہ کلام عرب میں جو الفاظ اونٹوں سے متعلق موجود ہیں وہ عربی زبان کے مجموعہ کا سترھواں حصہ ہیں تو یہ حقیقت سے کچھ بھی بعید نہ ہوگا۔ یہ واقعی نسبت ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی وجہ محض یہی ہے کہ عربوں کی بدوی زندگی میں اونٹوں کو زندگی کے بڑے ستون کی حیثیت حاصل ہے۔

یہ تو محسوسات میں تھا۔ بعینہ یہی کچھ تم معنوی چیزوں کے متعلق دیکھو گے۔ چنانچہ سرور، لہو و لعب اور راحت و آرام سے متعلق کلمات بہ نسبت مشقت، جنگ، فکر، تباہی کے متعلق کلمات کے تعداد میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ انھوں نے مصیبت (دَاهِيَة) سے متعلق الفاظ میں کس قدر تفنن سے کام لیا ہے۔ انھوں نے اس کیلئے اس قدر الفاظ اختراع کر دیئے جن کو شمار کرتے کرتے اہل لغت تھک جاتے ہیں۔ چنانچہ حمزہ نے ان الفاظ کو جمع کرنے کی کوشش کی تو وہ چار سو سے اوپر نکلے حتیٰ کہ اہل لغت کو کہنا پڑا کہ مصیبت (دَاهِيَة) کے ناموں کی کثرت ایک مصیبت بن گئی ہے۔ وجہ وہی ہے کہ بدوی معاشرہ کی طبیعت یہی چاہتی ہے۔ یہ معاشرہ بدبختی اور فقر و فاقہ کا معاشرہ ہوتا ہے، وسعت و نعمت کا معاشرہ نہیں ہوتا۔

اگر تم زمانہ جاہلیت کے عربی لٹریچر کو کنگھالنا شروع کرو تو وہاں بھی تمہیں بعینہ یہی چیز نظر آئیگی کہ اونٹوں اور اونٹنیوں کے تذکرہ اشعار اور شعراء کے تخیل پر کس قدر چھایا رہا ہے۔ نرم اور سنگلاخ زمینوں کے بیانات نے کس قدر اشعار کو گھیرے رکھا ہے۔ اسی طرح جب یہ شعراء اپنے ممدوحوں کی تعریف کرتے ہیں یا اپنے مردوں کی مرثیہ خوانی کرتے ہیں تو اپنے ان اخلاق ــ سخاوت اور بہادری وغیرہ کا بکثرت تذکرہ کرتے ہیں جو ان کے عہد میں عام تھے۔ بہادری اور بہادری کی تعریف، دوسروں پہ لوٹ ڈالنے اور مخالفین کی لوٹ مار کی مدافعت کرنے کو ان کے ہاں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ ان کی تشبیہات اور ضرب الامثال میں بھی تمہیں یہی عنصر غالب نظر آئیگا۔ یہ تمام چیزیں ان کی معیشت کی نوعیت سے پیدا ہوئی تھیں اور ان کی زندگی کی ایک سچی اور صحیح تصویر تھیں

مطبوعات طلوع اسلام کی شرائط ایجنسی

شرح کمیشن

معراج انسانیت ـــــ ۲۵ فی صدی۔ دیگر مطبوعات ۳۳ فی صدی (۲) قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائیگی۔ (۳) غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔ (۴) پہلی فرمائش پچاس روپے (بعد وضع کمیشن) سے کم کی نہیں ہونی چاہیئے۔ (۵) ہر آرڈر کے ہمراہ کم سے کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے۔ ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی۔

نوٹ:۔ کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوع اسلام سے معاملہ طے کریں۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام، پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ء۔ کراچی

طلوع اسلام کثیر تعداد میں شائع ہو کر پاکستان و ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں ہر طبقہ کے لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ اس میں چھپنے والے اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظروں سے گذرتے ہیں۔

نرخنامہ اشتہارات، و تفصیلات ناظم ادارہ (شعبۂ اشتہارات) سے حاصل کیجئے۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ء کراچی

ماہنامہ طلوع اسلام کے پرانے پرچے

ماہنامہ طلوع اسلام کے جو پرانے پرچے دفتر میں موجود ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۹۴۹ء	اگست، ستمبر، نومبر، دسمبر
۱۹۵۰ء	نومبر
۱۹۵۱ء	مارچ تا نومبر
۱۹۵۲ء	اگست تا نومبر
۱۹۵۳ء	جنوری کے علاوہ سب
۱۹۵۴ء	پورے سال کے

یہ پرچے خریداران طلوع اسلام کو چوتھائی قیمت پر اور دیگر اصحاب کو آدھی قیمت پر دیدیئے جائیں گے۔

خواہشمند حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں۔ ورنہ پرچے ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔

ناظم ادارۂ طلوع اسلام ـــ کراچی

مطبوعات طلوع اسلام

معراج انسانیت از پرویز۔ سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہب عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔ بڑے سائز کے قریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ مضبوط و حسین جلد مع گرد پوش ـــــــ قیمت ـــ بیس روپے

ابلیس و آدم از پرویز۔ سلسلہ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق قصۂ آدم۔ ابلیس۔ جنات۔ ملائکہ۔ وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۴۰۰ صفحات ـــــ قیمت ـــ آٹھ روپے

قرآنی دستور پاکستان اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے۔ اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو چوبیس صفحات ـــــ قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسلامی نظام اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں۔ اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات۔ جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۰۰ صفحات ـــــ قیمت ـــ دو روپے

سلیم کے نام از پرویز۔ نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا شگفتہ، مدلل اور اچھوتا جواب۔ بڑے سائز کے ۴۰۸ صفحات ـــــ قیمت چھ روپے

قرآنی فیصلے روزمرہ کی زندگی کے ساتھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث۔ ۴۰۰ صفحات قیمت ـــ چار روپے

اسباب زوال امت از پرویز۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو اڑتالیس صفحات ـــــ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے ایسے منظومات جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر۔ سات سالہ دور آزادی کی سسکی ہوئی تاریخ۔ ۲۵۰ صفحات ـــــ قیمت دو روپے آٹھ آنے

مزاج شناس رسول یہ کون بتائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناس رسول! مزاج شناس کون ہے؟ اس کی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۴۰ صفحات۔ قیمت ـــــ چار روپے

مقام حدیث حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یک جا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات اور قیمت فی جلد ـــــ چار روپے

فردوس گم گشتہ از پرویز۔ ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۴۱۲ صفحات ـــ قیمت چھ روپے

نوادرات از علامہ اسلم جیراجپوری۔ علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات ـــــ قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت از پرویز۔ مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینہ میں۔ صفحات ۱۹۲ ـــــ قیمت دو روپے

نظام ربوبیت از پرویز۔ انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی تصور دور حاضرہ کی عظیم کتاب۔ ضخامت تین سو صفحے۔ قیمت قسم اول ـــــ چھ روپے　قسم دوم ـــ (غیر مجلد) ـــــ چار روپے

اقبال اور قرآن از پرویز۔ علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ۔ دست کور کے ساتھ۔ صفحات ۲۵۶ قیمت دو روپے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:۔ ادارۂ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ء۔ کراچی

جاوید پریس میکلوڈ روڈ کراچی

حقائق و عبر

قرآن میں ہے کہ جب کشتی بھنور میں پھنستی ہے تو مسافروں کو خدا یاد آنے لگتا ہے اور جب وہ ساحل پر پہنچ جاتی ہے تو پھر سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے۔ مجلس آئین ساز کے انتخابات کی رو سے مختلف پارٹیوں کی جو پوزیشن متعین ہوتی ہے اس میں مسلم لیگی وزارت اپنے بل بوتے پر قائم نہیں رہ سکتی۔ لیگ کو بہتر میں سے صرف پچیس نشستیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس سے لیگ کے صدر اور موجودہ مرکزی وزارت کے مدار المہام محترم محمد علی صاحب کو اپنے اقتدار کی نیّا ڈگمگاتی نظر آرہی ہے اس لئے اب انہیں خدا یاد آرہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے الیکشن کے بعد (ڈھاکہ میں) اپنی پہلی تقریر میں فرمایا ہے کہ "مذہب اسلام کو سیاست اور معاشرت سے الگ نہیں رکھا جا سکتا۔ پاکستان کا دستور قرآن و سنت کے مطابق مدون ہونا چاہئے۔" (انقلاب ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۴؍جون) قارئین کو یاد ہوگا کہ یہی محمد علی صاحب ہیں جنہوں نے لندن میں فرمایا تھا کہ مذہب انسان کا ایک نجی معاملہ ہے اسے سیاست سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔

یہ خیر یہی "محمد علی" ہیں (قرآن کے بیان کے مطابق) غرقابی کے وقت تو فرعون جیسا منکر اور متکبر بھی خدا پر ایمان لے آتا ہے۔ اگرچہ ایسے ایمان کا جو جواب بارگاہ خداوندی سے ملتا ہے اس پر خود قرآن شاہد ہے۔

باقی رہا یہ کہ پاکستان کا آئین قرآن و سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔ تو اس پر ہم بدل کہیں گے کہ۔ "تری آواز مکے اور مدینے"۔ لیکن ہمیں اس کا بھی علم ہے کہ جب وہ لوگ اس قسم کا نعرہ لگاتے ہیں جن کے سامنے قرآن و سنت کا کوئی متعین مفہوم نہیں ہوتا تو اس سے کس قدر خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی قسم کا نعرہ مرحوم لیاقت علیخاں نے امریکہ میں بلند کیا تھا جب کہا تھا کہ پاکستان اسلامی آئیڈیالوجی کی تجربہ گاہ ہے جس میں ایسا آئین تیار ہوگا جس کی مثال دنیا کا کوئی آئین پیش نہیں کر سکے گا۔ نعرہ یہ بلند کیا اور اس کے بعد قرارداد مقاصد وہ پیش کی جس کی کوئی کل سیدھی نہیں بیٹھتی تھی اور جو (خدا جنت نصیب کرے) مرحومہ مجلس آئین ساز کے لئے ایسی چھپکلی بنی جسے نہ اگلتے بنے نہ نگلتے۔ اسی کا صدقہ تھا کہ وہ مجوزہ (قرآنی مثال کے مطابق) دن بھر سوت کاتتی اور شام کو خود ادھیڑ دیتی اور وہ کامل سات سال تک اسی ادھیڑ بن میں مصروف رہی تا آنکہ وہ اللہ کو پیاری ہوگئی۔ اب اس نومولود اسمبلی کی پیدائش پر مُلّائے محمد علی اس کے کان میں پھر وہ اذان دے رہے ہیں جس کا مفہوم وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ آپ کو اعتبار نہ ہو تو کسی پریس کانفرنس میں ان سے پوچھ لیجئے کہ قرآن و سنت کے مطابق آئین سے ان کا مفہوم کیا ہے اور وہ سنت کہاں سے ملیگی جسے وہ آئین کی بنیاد قرار دینا چاہتے ہیں۔

محترم محمد علی صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں مسلم لیگ مرچکی ہے وہ غلطی پر ہیں۔ "مسلم لیگ کبھی مر نہیں سکتی۔ اس لئے کہ اسکی موت درحقیقت اسلامی آئیڈیالوجی کی موت ہوگی"۔ (مارننگ نیوز۔ ڈھاکہ۔ ۲۴؍جون) لیجئے! اب دنیا کو معلوم ہوگیا کہ وہ کونسا ستون ہے جس کے سہارے اسلامی آئیڈیالوجی کی عمارت کھڑی ہے۔ وہ ستون ہے پاکستان مسلم لیگ جس کے صدر محترم محمد علی صاحب ہیں۔ اگر لیگ باقی نہ رہی تو دنیا میں اسلام بھی باقی نہیں رہیگا۔ اس لئے اے وہ مسلمانوں جن کے دل میں اسلام کا ذرا سا بھی درد ہے، مسلم لیگ کے قیام و بقا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دو! اگر یہ نہ رہی تو پھر اسلام بھی نہیں رہے گا۔ غیر ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے۔

اسی تقریر میں انہوں نے اس راز کا بھی انکشاف فرمایا کہ مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ کو جو شکست ہوئی تھی تو وہ مسلم لیگ کی شکست نہیں تھی۔ "مشرقی پاکستان کے عوام مسلم لیگ کے مخالف نہیں تھے بلکہ وہ صوبے کی مسلم لیگی قیادت سے نالاں تھے"۔ (انقلاب، ۲۴؍جون)۔ لیگ کے انتخابات کے وقت ارباب لیگ کا ارشاد ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کا ٹکٹ اگر بجلی کے کھمبے کے ساتھ بندھا ہو تو تم اسی کھمبے کو ووٹ دو۔ کیونکہ اس کھمبے کی فتح، لیگ کی فتح اور اسکی شکست لیگ کی شکست ہے۔ لیکن اب مسلم لیگ کے صدر صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں۔ مشرقی پاکستان میں لیگ کے امیدواروں کی شکست لیگ کی شکست نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کی شکست تھی جن سے عوام نالاں تھے۔ یعنی اب اصول یہ ٹھہرا کہ

(۱) جہاں لیگی امیدوار ناکام رہے وہ ناکامی لیگ کی نہیں بلکہ اس امیدوار کی ہے کیونکہ لوگ اس سے خوش نہیں تھے اور

(۲) جہاں لیگی امیدوار کامیاب ہو جائے تو وہ کامیابی لیگ کی ہے۔

یعنی لیگی امیدوار کامیاب ہو یا ناکام رہے۔ مسلم لیگ بہرحال کامیاب تصور کی جائیگی۔ اس لئے کہ اگر اسے ناکام تصور کر لیا جائے تو پھر اسلام کو بھی ناکام ماننا پڑیگا۔ اور یہ کفر کے مرادف ہے۔ محترم محمد علی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ ان پر یہ عقدہ کب کھلا کہ لیگی قیادت سے عوام نالاں تھے؟ کیا جس وقت یہ اس لیگی قیادت کی کامیابی کیلئے طوفانی دورے فرما رہے تھے اس وقت انہیں اس کا کوئی علم نہیں تھا کہ عوام ان لیڈروں سے نالاں ہیں؟ سر سنڈا کر آوار یاد آتا! ایسے ہی موقعوں پر بولتے ہیں۔

دیکھیں محترم محمد علی صاحب موجودہ لیگی قیادت کے متعلق [illegible] عوام ان سے نالاں [illegible]

عالمِ اسلامی

مصر ایک تیرگی اور ترکی عراقی معاہدوں کی مخالفت میں ایسا اندھا ہو گیا ہے کہ نہ وہ اپنا ملکی مفاد دیکھ رہا ہے نہ عربوں کا باہمی مشترکہ مفاد۔ اس کے وزیر میجر صالح سالم نے ۲۵ر جون کو قاہرہ میں بیان دیا ہے وہ بڑا غیر دانشمندانہ اور افسوسناک ہے۔ آپ نے اقوام مغرب بالخصوص امریکہ پر الزام لگایا کہ وہ عربوں میں پھوٹ ڈلوا رہی ہیں اور پھر انہیں متنبہ کیا کہ اگر انھوں نے اس حکمت عملی کو ترک نہ کیا تو عرب روس سے امداد لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ آگے چل کر انھوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ان کا یہ غصہ محض اس وجہ سے ہے کہ عراق نے ترکی کے معاہدہ کر لیا ہے۔ یہ واضح رہے کہ عراق نے ترکی سے معاہدہ کر کے عرب لیگ کے کسی قاعدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ وہ عربوں کے مشترکہ دفاعی معاہدے کا بدستور رکن ہے اور اس سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہتا جو معاہدہ اسے ترکی یا کسی غیر عرب قوم سے معاہدہ کرنے سے بالکل نہیں روکتا۔ عراق کے اس قدر مصالحانہ رویہ کے باوجود مصر نے عراق کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا اور نام نہاد آزاد عراق ریڈیو نصب کر کے اس کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ جاری کر دیا۔ د تعجب ہے کہ عراق کی مساعی سے مصر نے اس سے باز رہنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ عربی دفاعی معاہدے کو کالعدم سمجھتے ہوئے مصر نے ایک نئے عربی دفاعی معاہدے کی تشکیل کی طرح ڈال دی حالانکہ ایک معاہدے کی موجودگی میں دوسرے معاہدے کی ضرورت نہیں تھی۔ مصر کو اس ضمن میں کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ اسکی کوششوں سے عرب تین گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک مصر، شام اور سعودی عرب پر مشتمل ہے جو نیا معاہدہ دفاع مرتب کرنا چاہتا ہے دوسرا فریق عراق ہے جو بیرونی امداد کا قائل ہے تیسرا گروہ باقی عرب ممالک ہیں۔ وہ مصر سے اتفاق نہیں رکھتے ہیں لیکن علانیہ عراق کی پالیسی پر کاربند نہیں ہونا چاہتے گو اسے ہمدردی سے ضرور دیکھتے ہیں۔ وہ عراق اور مصر میں مفاہمت کے لئے کوشاں ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ مصر اپنے موقف کی تائید میں قابل ذکر فضا تیار نہیں کر سکا اور اس کے مجوزہ دفاعی معاہدہ کی تفاصیل ابھی تک طے نہیں ہو سکیں۔ اس ناکامی سے برافروختہ ہو کر اب وہ روس کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے۔ حالانکہ میجر صلاح سالم نے اسی تقریر میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ روس سے مدد لینے کے نتائج مستحسن نہیں ہو سکتے۔ دراصل انھوں نے روس کا نام اقوام مغرب کو مرعوب کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔

میجر سالم صاحب نے جو کہا ہے کہ عرب روس سے مدد کے طالب ہوں گے، اس سے دو امور سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ عرب بیرونی امداد کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اگر مصر کو اس کا احساس ہے کہ بیرونی مدد کے بغیر ان کا کام نہیں چل سکتا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اقوام مغرب بالخصوص امریکہ سے مدد کیوں نہیں مانگتے؟ امریکہ اسے مدد دے بھی سکتا ہے اور دینے کے لئے تیار بھی ہے۔ محض ضد میں آکر اس مدد کو ٹھکرانا دانشمندی نہیں کہلا سکتی۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سے عرب روس سے مدد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ عراق ایسی مدد کا طلب گار نہیں۔ لبنان اور اردن بھی اس کے حق میں نہیں ہو سکتے۔ تو کیا مصر اور اس کے دو ایک ساتھی اس مدد کے حصول کی کوشش کریں گے؟ اوّل تو یہ دیکھنا ہے کہ کوئی عرب ملک واقعی ایسی مدد کا عملاً طلب گار ہوتا ہے لیکن اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دو ایک ملک اس کے لئے تیار ہو جائیں گے تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ ممالک اقوام عرب میں مستقلاً پھوٹ پیدا کریں گے کیونکہ جہاں وہ روس سے مدد لے رہے ہوں گے وہاں ان کے بھائی امریکہ کے حلیف ہوں گے۔ اس سے دنیائے عرب میں "مشرق و مغرب" کی لکیریں کھنچ جائیں گی اور وہ کوریا، ہند چینی جرمنی کی طرح مستقلاً بٹ جائے گی۔ کیا مصر اس صورت حال کیلئے واقعی تیار ہے؟ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ روس سے مدد طلب کی گئی تو بلاد عرب میں کمیونزم کے قدم جم جائیں گے اور اس سے عربوں کے لئے ایک نیا خطرہ پیدا ہو جائیگا۔ یقیناً کوئی عرب ملک یہ خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔

ہر چند میجر صلاح سالم نے کہا ہے کہ انھوں نے ترکی عراقی معاہدے کو وقار کا سوال نہیں بنا لیا لیکن ان کے انداز گفتگو سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ غصّہ میں حقائق کو ٹھکرا رہے ہیں اور ایسی باتیں کر رہے ہیں جن کے معنی پر انھوں نے ذرہ بھر غور نہیں کیا۔

مسلمان ممالک ان رقابتوں میں الجھے ہوئے ہیں تو دوسرے ممالک ان کے "انہماک" کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

مصر نے حقائق ناشناسی کے صدقے میں سوڈان کو قریباً ہاتھ سے کھو دیا ہے۔ اس سال کے آخر میں سوڈان میں انتخابات منعقد ہوں گے اور ان کے ذریعہ ایک مجلس دستور ساز معرض وجود میں لائی جائیگی جو یہ فیصلہ کرے گی کہ سوڈان کو مصر سے الحاق کرنا ہے یا آزاد ہونا ہے۔ سوڈان کی موجودہ حکومت مصر سے الحاق کے حق میں تھی لیکن اب وہ بدل ہو کر آزادی کے خواب دیکھ رہی ہے۔ آزادی پر اصولاً اعتراض نہیں کیا جا سکتا لیکن اس سے سوڈان اور مصر کے مابین غلط فہمیاں ہوتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ دریائے نیل کے پانی کی تقسیم

۳۴

پر دونوں میں خاصے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ محولہ بالا تقریر میں میجر صلاح سالم نے سوڈان کی حکومت پر الزام لگایا ہے کہ وہ اس ضمن میں غیر معقول رویہ اختیار کر رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے یا نہیں یہ حقیقت ضرور ہے کہ دونوں میں اختلافات کی خلیج حائل ہو گئی ہے اور مصر اس کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا۔

انہی حالات کی بدولت مسلمان ممالک مغرب اقصیٰ کی کوئی عملی مدد نہیں کر سکتے۔ ۲۵ر جون کو عرب لیگ کے اسسٹنٹ سکریٹری نے فرانس کو اس کے تشدد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ یہ ٹھیک لیکن سوال تو یہ ہے کہ فرانس اس دلیل کو تسلیم نہ کرے تو پھر کیا چارہ کار ہے؟ عرب لیگ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ چنانچہ آزادی خواہاں مراقش و الجیریا اپنے طور پر فرانسیسی جبر و تشدد کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ فرانسیسی فوج ان پر جو مظالم توڑ رہی ہے سو توڑ رہی ہے فرانسیسی آباد کاروں نے بھی ان پر جوابی دہشتناک حملے شروع کر دیئے ہیں گو فرانسیسی حکومت ان کے خلاف کارروائی کر رہی ہے لیکن اس کی تشدد کی حکمت عملی میں کسی تبدیلی کے آثار نظر نہیں آتے۔ وہ اصلاحات کی باتیں بھی کر رہی ہے مگر اصلاحات کا جو تصور ابھر رہا ہے وہ آزادی پسندوں کو مطمئن نہیں کر سکیگا کیونکہ وہ تیونس کی اصلاحات سے کہیں فروتر ہے۔ اصلاحات تو آتے آتے آئیں گی لیکن ظلم کا دور دورہ شدت سے جاری ہے۔

بین الاقوامی جائزہ

ہفتہ گذشتہ میں بین الاقوامی توجہات کا مرکز بیشتر سان فرانسسکو رہا ہے۔ جہاں ۲۰ر جون سے ۲۶ر جون تک منشور اقوام متحدہ کی دسویں سالگرہ کی تقریب منائی گئی۔ اس میں اقوام متحدہ کے ساٹھ ارکان کے نمائندے شریک ہوئے۔ گو مندوبین نے اپنی تقریروں میں اقوام متحدہ کی ناکامیوں پر تبصرہ کیا ہے۔ اور اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے حریف اقوام پر نکتہ چینی بھی کی۔ لیکن ان کا عمومی انداز امن پسندانہ رہا۔ دراصل یہی اس تقریب کی کامیابی ہے کوئی بڑے سے بڑا خوش فہم بھی یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ اس اجتماع سے بین الاقوامی کشیدگی یک قلم ختم ہو جائے گی بجالت موجودہ متعلقہ اقوام کا سنبھل کر بات کرنا اور امن کی فضا کو نہ بگاڑنا بڑا غنیمت ہے۔ جہاں تک عالمی کشیدگی کا تعلق ہے اس کے ممکن ازالے کی ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ قومیت کی بجائے بین الاقوامیت یا بالفاظ صحیح تر "انسانیت" کو فروغ حاصل ہو۔ لیکن ہنوز ذہن انسانی اس انقلابی تصور کو معاشرے کی اساس بنانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ مسٹر ڈاگ ہیمرشولڈ، سکریٹری جنرل اقوام متحدہ نے ۲۰ر جون کو سٹین فورڈ یونیورسٹی میں ایک تقریر کرتے ہوئے اس کا اعتراف بھی کیا کہ دنیا ایک عالمی حکومت کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ معاشی فنی اور سیاسی اعتبارات سے انسانیت کو ایک وحدت متصور کرنا چاہیئے۔ انھوں نے بجا طور پر کہا کہ وحدت کی مزاحمت وطنیت کی طرف سے ہو رہی ہے۔

بہرکیف متشدد وطنیت کی فضا میں بین الاقوامی تعاون

کی جو ممکن فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کا تصور حالات کی رو کے منطقی نتیجہ کے طور پر ابھرتا چلا آرہا ہے۔ سان فرانسسکو کی تقریبوں میں اس امر کی بین شہادت ملتی ہے۔ اس تقریب کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ چار بڑے ممالک کے وزرائے خارجہ کو بھی طور پر مل کر چوٹی (یعنی رہنمایان مملکت) کی ملاقات کی تفاصیل طے کرنے کا موقعہ مل گیا چنانچہ ان پر عمومی اتفاق ہو گیا ہے۔ یہ ملاقات ۱۸ جولائی کو جنیوا میں شروع ہوگی۔ کوشش یہ ہے کہ اسے کم سے کم مدت میں ختم کیا جائے۔ روس اس کی میعاد کا تعین نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اقوام مغرب اسے چار دن یا حد چھ دن تک محدود رکھنا چاہتی ہیں۔ اس ایک شق پر اتفاق نہیں ہو سکا۔ اقوام متحدہ کی سالگرہ کے بعد رہنمایان مملکت کی متوقع ملاقات سونے پر سہاگہ کا کام دے گی۔ کیونکہ بہر حال اس سے امن کی فضا کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جائیگی۔ جولائی کی ملاقات سے بھی محیر العقول نتائج کی توقع وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس سے باہمی امن کی فضا برقرار رہے گی۔ اور اس فضا میں متنازعہ امور سے متعلق تصفیہ ہونے کے امکانات روشن ہو جائینگے یہ امر قابل ذکر ہے کہ روس اور امریکہ اختلاف نظریات کے باوجود اس کے خواہشمند ہیں کہ تعاون باہمی کے امکانات بڑھیں چنانچہ فریقین کی کوشش یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی وساطت سے یا براہ راست ملاقاتوں سے بین الاقوامی کشیدگی کم کی جائے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس سے تیسری عالمگیر جنگ کا امکان ختم ہو جائے گا۔ لیکن اتنا یقینی ہے کہ جنگ کو ناگزیر سمجھنے کا تصور رفتہ رفتہ دھندلا ہوتا جا رہا ہے

پنڈت نہرو کا دورہ روس ختم ہو گیا ہے۔ وہ ماسکو سے فنی امداد اور دوستانہ روابط کا وعدہ لائے ہیں۔ اس امداد اور دوستی کی عملی شکل کیا ہوگی۔ اس کا اندازہ آہستہ آہستہ ہوگا۔ البتہ بین الاقوامی سیاست میں پنڈت جی اس دورے کا فائدہ اٹھانے کی سر توڑ کوشش کریں گے۔ وہ ایک عرصہ سے اقوام مغرب کو یقین دلاتے چلے آرہے تھے کہ اشتراکی مزاج کو وہی بخوبی سمجھتے ہیں۔ اور وہی اس کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔ اب چین اور روس سے ہو آنے کے بعد ان کی ترجمانی کی "قابلیت" کو اور زیادہ شدومد سے پیش کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ انھیں لندن سے دعوت موصول ہو چکی ہے کہ وہ وزیر اعظم سر انتھنی ایڈن سے ملاقات کریں۔ پنڈت نہرو روس اور چین کے دوروں کو بین الاقوامی سیاست میں کسی مقصد کے لئے کیوں نہ استعمال کریں۔ اس سے انکار مشکل ہے کہ ان پر کمیونزم کا اثر بڑھ جائے گا۔ چین کے وزیر اعظم چو۔ این۔ لائی ہندوستان آچکے ہیں۔ اب پنڈت نہرو مارشل بلگانن کو ہندوستان آنے کی دعوت دے آئے ہیں۔ ان کی آمد موسم سرما میں ہوگی۔ اس آمد و رفت سے ان دنوں ہند کمیونسٹوں کو بڑی شہ ملتی ہے۔

فردوس گم گشتہ

انسان نے کونسی جنت کھوئی
اور اسے کیسے دوبارہ حاصل کیا
جاسکتا ہے؟
اس سوال کا نرالا جواب

صفحات ۲۱۲ قیمت چھ روپے

قرانی فکر کی نشر و اشاعت

آپ اس میں کس طرح حصہ لے سکتے ہیں

طلوع اسلام قرانی فکر کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے - ظاہر ہے کہ اسکا لٹریچر جسقدر زیادہ شائع ہوگا اسی قدر قرانی فکر عام ہوگا اور اسی نسبت سے قرانی انقلاب قریب سے قریب تر آتا جائیگا - اس کے لئے طلوع اسلام نے "پیشگی خریداران" کی اسکیم جاری کی ہے - یعنی اگر آپ ایک سو روپیہ پیشگی ادا کردیں (یک مشت یا دس* روپے کی ماہانہ اقساط میں) تو آپ کا حساب کھول لیا جائیگا اور اس میں سے آپ کو طلوع اسلام کی شائع کردہ کتابیں بلا محصول ڈاک گھر بیٹھے ملتی جائینگی تا آنکہ آپ کی پیشگی رقم پوری نہ ہوجائے- اس طرح - - -

- آپ کی پیشگی رقم سے ہمیں مزید کتابیں شائع کرنے میں سہولت مل جائیگی - اور
- آپ کو طلوع اسلام کی کتابیں بلا محصول ڈاک خود بخود ملتی چلی جائینگی - اگر آپ اس وقت تک اس اسکیم میں شامل نہیں ہوئے تو اب شامل ہوجائیے -

* پہلے ماہانہ قسط کی رقم کم سے کم بچیس روپے تھی لیکن اب متعدد قارئین کے اصرار پر اسے بدل کر دس روپے کر دیا گیا ہے - جو احباب دس روپے سے زیادہ قسطیں دینا چاہیں وہ دے سکتے ہیں -

معاملہ کی ضروری باتیں

- طلوع اسلام آپ کا اپنا ادارہ ہے اس لئے اس سے اسی طرح کا برتاؤ کیجئے جس طرح اپنوں سے برتاؤ کیا جاتا ہے - یہ بھی آپ سے ایسا ہی برتاؤ کریگا -
- حساب میں بعض اوقات غلطی ہوسکتی ہے - ایسی غلطی باہمی افہام و تفہیم سے صاف کرلیجیے -
- رسالہ کے انتظامی معاملات کے متعلق الگ خط لکھئے - کتابوں کے لئے الگ -
- مضامین کے متعلق مدیر کے نام علحدہ خط لکھئے - نیز استفسارات مدیر کے نام الگ بھیجئے -
- پتہ کی تبدیلی سے کم از کم دو ہفتہ پہلے اطلاع دیجئے -
- پرچہ نہ ملنے کی اطلاع تاریخ اشاعت کے ایک ہفتہ کے اندر دیجئے - بعد میں رسالہ قیمتاً بھیجا جائیگا -

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۷۳۱۳ - کراچی - ۳

انسانی معاشرہ

میں امن و توازن کے قیام کے لئے ضروری ھے کہ مختلف افراد معاشرہ
ایسے اصولوں کی پابندی کریں جو ان کی عقل کے

مفاد پرستانہ تقاضوں

کے ساتھ ساتھ بدلتے نہ رھیں۔ ایسے اصول وضع کرنا

عقل کے بس کی بات نہیں۔

نہ یہ اصول انسان کی فطرت کے اندر از خود موجود ھیں۔

یہ اصول کیا ھیں؟

اور ان سے امن و توازن والا معاشرہ کیسے متشکل کیا جاسکتا ھے؟

اس کے لئے دیکھئے

☆ نظام ربوبیت ☆

(از - پرویز)

دور حاضرہ کی عظیم کتاب۔

قسم اول: کاغذ سفید کرنافلی جلد مضبوط مع گردپوش - چھہ روپے
قسم دوم: کاغذ میکانیکل صرف گرد پوش کے ساتھ - چار روپے

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۷۳۱۳ - کراچی-۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 23/1 Fowler Lines, Napier Barracks, Karachi. Editor: KHURSHID ALAM